عنبر، ناگ، ماریہ

پھانسی کے تختے پر

موت کا تعاقب نمبر ۳



اے حمید

سُنو پیارے بچّو!

عنبر کو پُراسرار جادوگرنی طلالہ کی رُوح فرعون کے مقبرے میں ملی تھی۔ اُس نے فرعون کی تباہی کے بعد مصر کی سرزمین سے رخصت ہوتے ہوئے عنبر سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جب بھی مشکل کے وقت اُسے یاد کرے گا وہ اس کے کام آئے گی۔ عنبر طلالہ کی روح کا وعدہ لے کر فرعون کے مصر سے جُدا ہو گیا۔

دریائے نیل کی وادی میں کھیل کود کر اس نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ وہ شاہی محل میں پیدا ہوا اور ماہی گیر کو دریائے نیل میں بہتا ہُوا مِلا۔ وہ اپنے ماں باپ کے شہر سے چلا گیا۔ عنبر اب بابل و نینوا کی وادی میں داخل ہو رہا ہے جہاں دریائے دجلہ اور دریائے فرات کی تہذیب آج سے پانچ ہزار سال پہلے اپنی پوری شان و شوکت میں تھی۔ یہاں بادشاہ نمرود کی حکومت ہے جو اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔

اُس نے انسانی کھوپڑیوں کا ایک مینار بنا رکھا ہے جسے وہ ہر روز محل سے نکل کر دیکھتا ہے۔ عنبر کا اس جھوٹے اور ظالم بادشاہ سے زبردست مقابلہ ہوتا ہے۔

فتح کس کی ہوئی؟

یہ آپ اِس ناول میں پڑھیں گے۔

نمرود کی خدائی

پیارے دوستو۔

عنبر کے ساتھ ہم بھی بابل و نینوا کی پُر اسرار وادی میں داخل ہوتے ہیں۔

آج سے پانچ ہزار سال پہلے ملک بابل میں ایک بادشاہ سرجون نے اردگرد کے علاقوں کو فتح کر کے اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ یہ بادشاہ لوگوں سے بہت محبت کرتا تھا؛ چنانچہ اس کی حکومت میں شہر بابل نے بڑی ترقی کی۔ شہر کے اردگرد پچاس دروازوں والی فصیل بنائی گئی۔ کھیتوں کو پانی دینے کے لیے دریائے فرات سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئیں۔

اس بادشاہ کی وفات کے بعد حکومت ایسے بادشاہوں کے ہاتھ آتی رہی جو عوام کے ہمدرد نہیں تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطنت کمزور

ہوتی گئی اور اشوری قوم نے بابل کو فتح کر کے اُس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اشوریوں کو چھ سو سال بعد ایک بابلی جرنیل بخت نصر اوّل نے شکست دی اور شہر بابل کو پھر سے آباد کیا۔ شہر کی پچاس دروازوں والی دیوار کو دوبارہ تعمیر کروایا۔ بخت نصر اوّل کے دور میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا۔ جب کہ بادشاہ نے کہا کہ ہم بتوں، ستاروں اور درختوں کی پُوجا کریں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خدا کی عبادت کا اعلان کیا تو بادشاہ نے انہیں دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ مگر خدا کے حکم سے آگ گلزار بن گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ سلامت آگ سے باہر تشریف لے آئے۔

اس کے بعد بخت نصر اوّل کی حکومت کو زوال آنا شروع ہو گیا اور ہمسایہ ملک نینوا نے دیکھتے دیکھتے ترقی کی منزلیں طے کر لیں۔

نینوا کے اشوری حکمران بڑے محنتی اور فرض شناس تھے۔ انہوں نے اپنی محنت اور انتھک لگن سے نینوا کو عروج پر پہنچا دیا۔ ساتویں صدی قبل از مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے سات سو برس پہلے بابل پر جس بادشاہ کی حکومت تھی اُس کا نام تاریخ میں بخت نصر دوم ہے۔ اُسے نمرود کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ایک انتہائی سنگ دل، ظالم اور دشمن کے خون کا پیاسا حکمران تھا۔

بخت نصر نے ساری قوم کو فوج میں بدل کر رکھ دیا اور اُنہیں دو سال کے اندر اندر تیار کر کے اشوریوں کے ملک اور شہر نینوا پر بھرپور حملہ کر دیا۔ اس دوران میں جبکہ بخت تیاریاں کرتا رہا تھا۔ اشوریوں کو دولت کے عیش و آرام نے نکما بنا دیا تھا؛ چنانچہ وہ بخت نصر کے بھرپور حملے کی تاب نہ لا سکے۔ بخت نصر نے نینوا کو آگ لگا دی اور مکانوں کی راکھ کو زمین کے ساتھ ملا کر اُوپر ہل چلا دیا۔ وُہ بابل واپس جاتے

ہوئے اپنے ساتھ ہزاروں یہودیوں کو قیدی بنا کر لے گیا۔ یہودی دن بھر کھیتوں میں کام کرتے اور اپنے وطن بابل کو یاد کر کے ٹھنڈی آہیں بھرا کرتے۔

ملک بابل پر اسی بخت نصر روم کی حکومت تھی۔ جب عنبر اس ملک کی سرحدوں کے قریب گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا۔ بخت نصر کی سلطنت آج کے ملک شام سے لے کر ایران کی سرحدوں تک اور دوسری طرف آج کے لیبیا سے لے کر بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی تھی۔ بابل کی تہذیب اپنے عروج پر تھی۔ ان لوگوں کا مذہب بت پرستی تھا۔ انہوں نے اپنی عبادت گاہوں میں سینکڑوں بت بنا کر رکھے ہوئے تھے جن کی یہ پوجا کرتے تھے۔ بخت نصر بادشاہ اپنے آپ کو سب سے بڑے دیوتا مردوخ کا بیٹا کہتا تھا۔ جب وہ اپنے شان دار گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں نکلتا تو اس کے آگے آگے سپاہیوں کا

ایک دستہ ہوتا۔ کسی کو اتنی اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے مکان کی کھڑکی کھلی رکھے۔ سب کو حکم تھا کہ وہ بادشاہ کو دیکھتے ہی سر جھکا لیں۔ اگر کوئی سر نہ جھکاتا تو سپاہی وہیں تلوار کا ہاتھ مار کر اس کا سر قلم کر دیتے۔ اسی بادشاہ نے جب نینوا پر حملہ کیا تو وہاں اس قدر لوگوں کو ہلاک کیا کہ اُن کی کھوپڑیوں کا ایک بہت اونچا مینار تعمیر کروایا۔

اس بادشاہ کی ملکہ کا نام ہُمیرا تھا۔ وہ ملک شام کی رہنے والی تھی جہاں کے خوب صورت باغوں کو یاد کر کے وہ ہمیشہ اداس رہا کرتی تھی۔ بخت نصر نے اس کی دل جوئی اور خوشی کے لیے اپنے محل کی چوتھی منزل پر زمین ہموار کر کے گھنے درخت اور باغ لگوائے جو دنیا کے ساتویں عجوبے میں شمار ہوتے ہیں۔ اس وقت ایسے باغ لگوانا جو کہ محل کی چوتھی منزل پر ہو ایک حیرت انگیز کارنامہ تھا۔ آج کے انجینئر اس بات پر حیران ہیں کہ چوتھی منزل پر گھنے درختوں اور باغات کو

پانی کیسے دیا جاتا تھا۔

لیکن بخت نصر شاہ بابل کے انجینئروں نے یہ کارنامہ بھی کر دکھایا تھا۔ دریائے فرات سے ایک نہر نکال کر چھوٹے منہ بند نالوں کے ذریعے محل کی چوتھی منزل تک پہنچائی گئی تھی جو لٹکتے ہوئے باغوں کو سیراب کرتی تھی۔ اسی شہر بابل میں ایک گہرا کنواں بھی تھا جو تاریخ میں چاہ بابل کے نام سے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ شاہ بابل کے حکم سے اس دور کے سائنس دان نے تانبے کا ایک ایسا چاند ایجاد کیا تھا جو اس کنویں سے نکل کر تھوڑی دیر کے لیے آسمان پر چمکتا اور پھر اسی کنوئیں میں اتر جاتا۔

شاہ بابل بخت نصر ایک ایسا مینار بنوانے کا بڑا خواہشمند تھا جو آسمان تک پہنچ جائے اور وہ خود اس کے اوپر چڑھ کر ستاروں کو دیکھے۔ تاریخ میں اسے مینار بابل کے نام سے لکھا گیا ہے۔ کہتے ہیں عراق

میں دریائے فرات کے کنارے ایک ویران علاقے میں اس مینار کے ٹوٹے پھوٹے پتھر آج بھی پڑے ہوئے ملتے ہیں۔ جس وقت عنبر بابل کی سرحد کے قریب پہنچ رہا تھا تو شہر میں بادشاہ بخت نصر دوم کے حکم سے اس مینار کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب عنبر بابل میں آیا۔

بابل کی سرحد پر اسے سپاہیوں نے روک لیا اور اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آ رہا ہے۔ عنبر نے انہیں بتایا کہ وہ ایک حکیم ہے شہر ایلام کا رہنے والا ہے اور جڑی بوٹیوں سے بیمار لوگوں کا علاج کرتا ہے۔ سرحدی سپاہیوں نے اُسے کچھ نہ کہا اور ملک بابل کی سرحد میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ عنبر گھوڑے پر سوار ملک بابل کی سرزمین پر آگے بڑھنے لگا۔ دوپہر کو وہ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچ گیا۔ وہ تھک گیا تھا۔ اس کا گھوڑا بھی تھکن اور پیاس سے چور ہو

رہا تھا۔ اس نے گھوڑے کو کھول کر دریا کنارے اُگی ہری بھری گھاس پر چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور خود دریا میں نہانے لگا۔

نہانے کے بعد عنبر اور گھوڑا دونوں تازہ دم ہو کر بابل شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بابل وہاں سے ایک دن کی مسافت پر تھا اور شام کے سائے گہرے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ دھوپ کی گرمی ختم ہو رہی تھی۔ کھجور کے درختوں کے سائے میں ریت ٹھنڈی ہونے لگی۔ عنبر رات کسی جگہ آرام کرنے کے بعد اگلے روز اپنا سفر جاری کرنا چاہتا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ کس جگہ رات بسر کرے۔ وہ اس ملک میں اجنبی تھا اور قریب کوئی بستی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

رات کا اندھیرا پھیلنے لگا اور اس نے دور ایک روشنی دیکھی۔

یہ ایک پرانی سی حویلی تھی جس کے دروازے پر مشعل جل رہی تھی۔ قریب پہنچ کر عنبر نے دیکھا کہ حویلی کے باہر ایک سپاہی ڈھال

کندھے پر لٹکائے بڑا سا نیزہ ہاتھ میں لیے پہرہ دے رہا تھا۔ وہ ٹھٹھک گیا اور سوچنے لگا کہ کہیں وہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے اس لیے اسے وہاں سے چلے جانا چاہیے۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس کا گھوڑا ہنہنایا۔ آواز سن کر پہرے دار نے آواز دی۔

"جو کوئی بھی ہے وہیں کھڑا ہو جائے۔"

عنبر رُک گیا۔ پہریدار قریب آ گیا۔ اس نے عنبر کو غور سے دیکھا:

"کون ہو تم؟"

عنبر نے اسے بتایا کہ وہ افریقہ سے آیا ہے اور ایک حکیم ہے۔

پہریدار نے پوچھا:

"کہاں جا رہے ہو؟"

"شہر بابل کی طرف۔"

"یہاں کیوں کھڑے ہو گئے تھے؟"

"میں صبح سے سفر کر رہا ہوں۔ تھک گیا تھا۔ رات بسر کرنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہا تھا اس جگہ روشنی دیکھی تو آ گیا کہ شاید یہ کوئی سرائے ہے۔"

پہریدار نے زوردار قہقہہ لگایا۔ اب اس کے دو اور ساتھی بھی وہاں آ گئے اور عنبر کو سر سے پاؤں تک گھورنے اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔

"تم اسے سرائے کہتے ہو؟" پہریدار نے ایک اور قہقہہ لگایا اور عنبر کے پاؤں پر نیزے کو چبھا کر بولا"

چلو اندر، تم بھی اس حویلی میں چلو۔"

تینوں سپاہی عنبر کو نیزے چبھوتے ہوئے حویلی کی ڈیوڑھی میں لے آئے۔ انہوں نے اس کی تلاشی لی۔ اس کے پاس سے سارے پیسے اور گھوڑا چھین لیا۔ عنبر نے کہا:

"کیا تم لوگ پردیسیوں سے یہی سلوک کرتے ہو؟"

اس پر ایک سپاہی نے زور سے عنبر کے منہ پر مُکا مارا۔ عنبر لڑکھڑا کر گر پڑا اور اس کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا۔ عنبر نے زمین پر سے اٹھ کر کہا:

"اگر آپ لوگ میرا دواؤں والا جھولا دے دیں تو میں اپنے پھٹے ہوئے ہونٹ پر مرہم لگا سکوں۔"

"یہ لو اپنا جھولا۔"

پہریدار نے جھولا عنبر کی گود میں پھینک دیا اور ساتھ ہی دوسرے سپاہی نے بڑے زور سے ایک اور گھونسہ عنبر کی گردن پر مارا۔ عنبر کا خون کھول اٹھا مگر اس نے بڑے صبر سے کام لیا۔ وہ نئے شہر میں آتے ہی کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ایک سپاہی نے کہا:

"تم ہمارا مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟"

عنبر نے کہا:

"میں کسی سے لڑنا نہیں چاہتا۔ میں پر امن رہنا چاہتا ہوں۔"

سپاہی پاگلوں کی طرح ہنسنے لگے۔ ایک نے نیزہ عنبر کی طرف پھینک کر کہا:

"اسے اٹھاؤ اور میرے ساتھ لڑائی کرو۔ اگر تم نے لڑتے ہوئے مجھے نیزے سے ہلاک نہ کیا تو میں تمہیں ہلاک کر دوں گا۔"

عنبر کی جان عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ وہ لڑتا نہیں تو مارا جاتا۔ مرتو وہ نہیں سکتا تھا۔ لیکن خواہ مخواہ اس کا یہ راز فاش ہو جاتا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ عنبر اپنا یہ راز کسی کو بھی نہیں بتانا چاہتا تھا۔ مگر احمق سپاہی جو شکل وصورت اور ڈیل ڈول سے پورا بھینسا لگتا تھا' عنبر کو مجبور کر رہا تھا کہ وہ اس کا مقابلہ کرے۔ اس نے چیخ کر کہا:

"اُٹھاؤ نیزہ، نہیں تو میں اپنے نیزے سے تمہارا جسم چھلنی کر دوں گا۔"

اب عنبر کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ نیزہ اٹھا کر سپاہی کا مقابلہ کرے۔ اس نے زمین پر گرا ہوا نیزہ اٹھا لیا۔ اس پر سپاہیوں نے خوشی سے نعرہ بلند کیا۔ پہریدار نے بھی نیزہ ہاتھ میں تھام لیا اور ایک دم پینترا بدل کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر جلدی سے دوسری طرف ہٹ گیا۔ سپاہی بھی دوسری طرف ہو گیا اور دوبارہ پُر نیزے سے وار کیا۔ عنبر نے یہ وار بھی اپنے نیزے پر بچا لیا۔ لڑائی باقاعدہ شروع ہو گئی تھی۔ مشعل کی روشنی میں دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے نیزے ہاتھوں میں لیے پینترے بدل رہے تھے۔ سپاہی بڑھ بڑھ کر عنبر پر وار کر رہا تھا۔ عنبر اس کا وار بچا رہا تھا اور خود حملہ نہیں کر رہا تھا۔ وہ خواہ مخواہ کسی انسان کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ باقی

سپاہی شور مچا کر اور نعرے لگا کر اپنے ساتھی کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ سپاہی بڑے جوش و خروش کے ساتھ لڑائی کر رہا تھا۔ وہ سچ مچ کی لڑائی کر رہا تھا' جیسے عنبر اس کا دشمن ہو اور وہ اسے ہر قیمت پر ہلاک کر دینا چاہتا ہو۔ عنبر وار بچاتے بچاتے تھک گیا تھا۔ لیکن ہٹا کٹا سپاہی اسی طرح تازہ دم تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ عنبر کے جسم میں نیزہ پرو کر ہی دم لے گا۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ اس احمق اور جاہل کو تھوڑا سا سبق سکھانا چاہیے۔ اِس دفعہ اس نے بھی آگے بڑھ کر حملہ شروع کر دیا۔ سپاہی نے خوش ہو کر نعرہ لگایا۔ عنبر نے ایک وار خالی کرتے ہوئے اپنا نیزہ کچھ اس طرح گھمایا کہ اس کی نوک سپاہی کی گردن پر رکھ دی اور ذرا سا دبا کر کہا:

''میں اگر چاہوں تو تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں یونہی تمہارے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ میں

تمہیں معاف کرتا ہوں۔"

عنبر نے نیزہ کھینچ لیا۔ اس پر سپاہی نے چیخ کر کہا:

"بزدل ذلیل تو نے مجھ سے احسان کیوں کیا؟ تم نے مجھے نہ مار کر میری بہادری کی توہین کی ہے۔ اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ساتھیو گواہ رہنا۔ اس کمینے اجنبی نے میری بے عزتی کی ہے۔ میں اب اسے ہلاک کرنے لگا ہوں۔"

باقی سپاہیوں نے چیخ کر کہا:

"اسے فوراً ہلاک کر دو۔ مردوخ کی قسم اس بزدل کمینے کو فوراً نیست و نابود کر دو۔ اس نے شاہ بابل کی فوج کی توہین کی ہے۔"

دوسرے سپاہیوں کی شہہ پا کر سپاہی دیوانہ ہو گیا اور پاگل درندے کی طرح بڑھ چڑھ کر دائیں بائیں سے نیزے کے وار کرنے لگا۔ عنبر دن بھر کے سفر کا تھکا ہوا تھا' وہ گھبرا گیا۔ ایک بار جو سپاہی کا وار

بچانے لگا تو اس سے غلطی ہو گئی۔ اس کا پاؤں پھسلا۔ وہ زمین پر گر پڑا اور سپاہی نے چیخ مار کر پوری طاقت سے نیزہ عنبر کے سینے میں گھونپ دیا۔ سپاہی خوشی سے رقص کرنے لگے۔ اُن کا خیال تھا کہ عنبر تڑپ تڑپ کر مر جائے گا اور اُس کے خون سے زمین سرخ ہو جائے گی۔ مگر وہ کچھ یہ دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے کہ عنبر نیزے سمیت زمین پر سے اٹھا۔ اُس نے زور لگا کر سینے میں کھبا ہوا نیزہ نکال کر پرے پھینک دیا اور کپڑے جھاڑنے لگا۔ سپاہیوں کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اُن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور وہ بت بنے عنبر کو کپڑے جھاڑتے دیکھ رہے تھے۔ وہ حیرت زدہ تھے کہ عنبر کے جسم سے خون کا ایک قطرہ تک نہیں بہا تھا؛ حالاں کہ اگر سپاہی کا وہ نیزہ کسی ہاتھی کے پیٹ میں لگ جاتا تو وہ تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا۔ اِس کے برعکس عنبر ویسے کا ویسا کھڑا تھا۔

سپاہی نے آگے بڑھ کر عنبر کا جسم دیکھا۔ وہاں کوئی زخم نہیں تھا۔

دوسرے سپاہی نے چیخ کر کہا:

"اسے ہلاک کردو۔"

اب انہوں نے بار بار عنبر کو نیزے مارنے شروع کردیے۔ ہوتا یہ کہ نیزہ عنبر کے جسم سے پار ہوتا باہر نکل جاتا۔ عنبر کے جسم میں سوراخ ہوتا اور خون کا ایک قطرہ بہے بغیر سوراخ اپنے آپ بند ہو جاتا۔ سپاہی خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ نیزے ان کے ہاتھوں سے اپنے آپ زمین پر گر پڑے اور وہ عنبر کے آگے سجدہ ریز ہو گئے۔

"تم دیوتا ہو مردوخ کے خاص دیوتا ہو۔"

عنبر نے انہیں سجدے سے اٹھاتے ہوئے کہا:

"میں دیوتا نہیں ہوں بلکہ تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔ سجدہ کسی بت یا انسان کو نہیں کیا جاتا۔ سجدہ صرف ایک خدا کو کیا جاتا

ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔"

تینوں سپاہی سجدے سے سر اٹھائے اُسے سہمی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ عنبر نے کہا:

"کیا اب مجھے اِس حویلی میں رات بسر کرنے کو جگہ مل جائے گی؟"

"ہم ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں مقدس دیوتا۔"

ایک سپاہی نے عنبر کے گھوڑے کو سنبھالا۔ دوسرے نے اس کا جھولا اٹھا کر اسے بڑی احتیاط سے بغل میں دبا لیا اور تیسرے نے جھک کر کہا:

"مقدس دیوتا میرے ساتھ آیئے۔ اس حویلی کا سب سے آرام دہ کمرہ آپ کے آرام کے لیے حاضر ہے۔"

عنبر مسکرا کر اس کے ساتھ حویلی میں داخل ہو گیا۔

اصل میں وہ دل ہی دل میں افسوس کر رہا تھا کہ ان سپاہیوں کی حماقت اور بے وقوفی سے خواہ مخواہ اُسے اپنا راز ظاہر کر دینا پڑا۔ وہ اس راز کو صرف اپنے تک ہی محدود رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے بھی کہ راز ظاہر ہونے سے لوگ اس کی پوجا شروع کر سکتے تھے اور حسد کر کے اس کا آرام سے زندہ رہنا بھی حرام کر سکتے تھے۔ وہ اسے قتل تو نہیں کر سکتے تھے لیکن اُسے سکون کے ساتھ زندہ رہنے سے بھی محروم کر سکتے تھے۔

حویلی کا وہ کمرہ جو عنبر کی خدمت میں پیش کیا گیا دوسری منزل پر تھا۔ فرش پر چٹائی بچھی تھی۔ ایک طرف بھیڑ کی کھالوں کا ڈھیر پڑا تھا اور صندوق پر پانی پینے کی صراحی رکھی تھی۔ پہریدار نے جھک کر کہا:

"میں ابھی آپ کے لیے کھانے پینے کو لاتا ہوں۔"

عنبر کو بھوک نہیں لگی تھی مگر اس نے پہریدار کو کھانا لانے سے منع

بھی نہ کیا۔ پہریدار چلا گیا تو عنبر نے سوچا کہ یہاں پہرہ چوکی کیوں لگایا گیا ہے؟ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک پہرے دار تھال میں کھجور کے آٹے کی میٹھی روٹی' انگور اور انجیریں لیے اندر آیا۔ عنبر نے انگور کھاتے ہوئے پوچھا:

''اِس حویلی پر تم لوگ پہرہ کیوں دے رہے ہو؟''

پہریدار نے کہا:

''اے مقدس دیوتا' یہ حویلی ایک جیل خانہ ہے۔''

''کس کا جیل خانہ ہے؟ یہاں کون لوگ قید ہیں؟''

''اے دیوتا' ملک نینوا کو فتح کرنے کے بعد ہمارا بادشاہ شاہ بابل بخت نصر اپنے ساتھ ہزاروں اشوریوں کو قید کر کے لے آیا تھا۔ یہ اشوری قیدی ملک کے مختلف حصوں میں قید کے دن گزار رہے ہیں۔ اس حویلی میں نینوا شاہی خاندان کی ایک بوڑھی عورت قید ہے۔ وہ

نینوا کے بادشاہ کی ماں تھی۔ بادشاہ کا سر قلم کر دیا گیا۔ اُس کی ماں یہاں قید گزار رہی ہے۔''

''کیا اُس کا بیٹا کوئی نہیں بچا؟''

''نہیں مقدس دیوتا' ہمارے بادشاہ شاہ بابل نے نینوا کے سارے شہزادوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا تھا۔''

کھانا کھانے کے بعد عنبر لیٹ گیا۔ اُسے اُونگھ آ گئی۔ اچانک اُسے محسوس ہوا جیسے کوئی عورت کمزوری آواز میں بڑے دردناک انداز میں بین کر رہی ہے۔ اُس کی آواز میں غم اور دُکھ تھا۔ عنبر اس غمناک آواز کو غور سے سننے لگا۔

دردناک آواز کا راز

پہلے تو عنبر نے سوچا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔

مگر دردناک آواز مسلسل آ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی عورت کسی دیوار کے پیچھے منہ پر ہاتھ رکھے رُک رُک کر رو رہی ہے۔ عنبر کی نیند غائب ہو چکی تھی۔ وہ پوری طرح بیدار تھا۔ اور کان کھولے آواز کو بڑے غور سے سن رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ آواز نچلی منزل کے تہہ خانے سے آ رہی ہے۔ وہ بستر سے اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ وہ ہر حالت میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ عورت کون ہے جو آدھی رات کو رو رہی ہے۔ کمرے کے باہر گھپ اندھیرا تھا۔ وہ سنبھل سنبھل کر پاؤں اٹھاتا' اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا چلنے لگا۔ اُسے ایک دروازہ نظر آیا جس کی اندھیری سیڑھیاں نچلی منزل میں اتر رہی تھیں۔ عنبر اس زینے سے اتر کر نچلی منزل میں آ گیا۔

نچلی منزل میں بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اب اسے آواز قریب سے سنائی دینے لگی تھی۔ وہ آواز کا پیچھا کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ایک جگہ آواز اسے نیچے زینے میں سے آتی سنائی دی۔ وہ زینے کی سیڑھیاں اترنے لگا۔ یہاں گہری تاریکی چھوئی ہوئی تھی۔ عنبر دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر نیچے اتر رہا تھا۔ زینہ ایک تہہ خانے کے فرش پر جا کر ختم ہو گیا۔ یہاں سیلن تھی اور ایسی بو پھیلی ہوئی تھے جیسے سیلاب کے بعد گھروں اور کھیتوں میں پھیل جاتی ہے۔ بین کرتی ہوئی عورت کی آواز اب بالکل صاف سنائی دینے لگی تھی۔

وہ ایک جگہ رک گیا۔ دردناک آواز دیوار کے عقب سے بلند ہو رہی تھی۔ عنبر نے ہاتھ پھیلا کر دیوار میں سے دروازہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ اسے دروازہ مل گیا۔ اس نے دروازے کے ایک پٹ کو تھوڑا سا دھکا دیا تو پٹ کھل گیا۔ اندر کا جو منظر اس نے دیکھا وہ

ایک ڈراؤنا منظر تھا اور عنبر کی جگہ کوئی کمزور دل نوجوان ہوتا تو ضرور چیخ مار کر بیہوش ہو گیا ہوتا۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ دیوار کے طاق میں دِیا جل رہا تھا۔ اُس کی پُر اسرار دھندلی روشنی میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت اپنے سیاہ بال کھولے فرش کی چٹائی پر دوزانو سر جھکائے بیٹھی بین کر رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ چھت کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

عنبر دروازے میں کھڑا یہ المناک منظر دیکھنے لگا۔

اُس عورت نے دروازہ کھلنے کی آواز نہیں سُنی تھی۔ وہ مسلسل بین کیے جا رہی تھی۔ عنبر ابھی آگے بڑھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ عورت روتے روتے رُک گئی۔ اُس نے چہرہ اوپر اٹھا کر بال پیچھے ہٹائے اور دیے کی طرف دیکھا۔ ہلکی روشنی میں اس کا چہرہ گول چاند کی طرح تھا۔ مگر زرد اور مرجھایا ہوا تھا۔ اب عورت کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ کوئی دروازے میں کھڑا ہے۔ اُس نے چونک کر دروازے

کی طرف دیکھا اور ایک نوجوان کو اپنے سامنے پا کر بولی:

"اگر تم مجھے قتل کرنے آئے ہو تو میں تیار ہوں۔ مگر خدا کے لیے مجھے مرنے سے پہلے ایک بار۔ صرف ایک بار اپنے زخمی بیٹے سے ملا دو۔ صرف ایک بار مجھے اپنے شہزادے کی صورت دیکھنے دو۔"

عنبر سمجھ گیا کہ وہ عورت کون ہے اور وہ کیوں رو رہی ہے۔ اُس نے آگے بڑھ کر کہا:

"اے خاتون میں جلاد نہیں ہوں۔"

"پھر تم کون ہو؟"

"خاتون پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

عورت نے کہا:

"میں ملک نینوا کے مقتول بادشاہ کی بدنصیب ملکہ ہوں۔ جس کے ملک کو بابلیوں نے فتح کر کے آگ لگا دی۔ رعایا کو قتل کر دیا۔ بادشاہ

کا سر کاٹ کر نیزے پر لٹکا دیا۔ شہزادوں کو ہاتھیوں سے کچل دیا۔ انہوں نے مجھے کیوں نہیں ہلاک کیا؟ مجھے یہ تکلیف سہنے کے لیے زندہ کیوں رہنے دیا؟"

اعتبر نے خاتون کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"ملکہ، ربِ عظیم کو یہی منظور تھا۔ اگر محل کے سارے لوگ قتل ہو گئے تھے تو پھر آپ اپنے بیٹے کا ذکر کیسے کر رہی تھیں! کیا وہ ابھی تک زندہ ہے؟"

ملکہ نے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا:

"نہیں نہیں، میں نہیں بتاؤں گی۔ میرے منہ میں خاک۔ تم اُسے جا کر قتل کر دو گے۔ وہ زندہ نہیں ہے۔ وہ مر چکا ہے۔ میرا بیٹا مر چکا ہے۔ میرا شہزادہ زندہ نہیں ہے۔"

اور وہ اپنے بیٹے کی یاد میں اُسی طرح دھیرے دھیرے بین

کرنے اور رونے لگی۔ عنبر نے ملکہ کا ہاتھ تھام کر کہا:

"اے غم نصیب ملکہ! میں خدائے عظیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ میں ایک اجنبی مسافر ہوں اور ملک ایلام سے چل کر بابل میں اپنی روزی کمانے آیا ہوں۔ میں ایک حکیم ہوں اور بیماروں کا علاج کرتا ہوں۔ اگر تم مجھے بتا دو کہ زخمی شہزادہ کہاں ہے تو میں اس کا علاج کر سکتا ہوں۔"

"نہیں نہیں، تم اُسے مار ڈالو گے۔ تم اُسے مار ڈالو گے۔"

"ملکہ! مجھ پر یقین کرو۔ میں جھوٹ کبھی نہیں بولتا۔ مجھ پر ایک ماں کی دکھی فریاد کا بہت اثر ہوا ہے۔ مجھ پر بھروسہ رکھو۔ میں نہ صرف تمہارے بچے کو صحت مند کر دوں گا بلکہ اگر تم نے خواہش کی تو میں تمہیں یہاں سے آزاد بھی کراؤں گا۔ مجھ میں اتنی طاقت ہے۔"

آزادی کے نام پر ملکہ نے چونک کر کہا:

"کیا تم مجھے یہاں سے نکال کر میرے بچے سے ملا سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں، مگر سب سے پہلے مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا زخمی شہزادہ کہاں ہے اور میں اس کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ شہزادے سے مل کر ہی تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں کہ یہاں سے نکال کر تمہیں کہاں رکھنا ہوگا۔"

ملکہ کو عنبر پر کچھ بھروسہ ہونے لگا تھا۔ اس نے کہا:

"تو میرے پاس بیٹھ جاؤ اور غور سے سنو۔ جس وقت بخت نصر اپنے ہاتھ میں تلوار لیے شاہی خاندان کا قتلِ عام کر رہا تھا۔ میں ستون کے ساتھ قیدی حالت میں کھڑی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ ظالم بادشاہ نے ایک ایک کر کے میرے سارے بچے قتل کر دیے تھے۔ مگر اتفاق سے ایک شہزادہ ماروت زندہ رہا۔ سینے پر زخم کھانے کے باوجود وہ زندہ رہا۔ بادشاہ اسے مُردہ سمجھ کر اپنے سپاہیوں کے ساتھ

چلا گیا۔ سپاہی مجھے بھی لے کر چل دیے اور محل کے ایک تہہ خانے میں قید کر دیا۔ آدھی رات کو میرے دربار کا خاص غلام جانو کسی طرح پہریداروں کی نظر بچا کر محل میں لاشیں اٹھانے آیا تا کہ انہیں زمین میں دفن کر دے کہ اس نے دیکھا کہ شہزادہ مارُوت زندہ تھا۔ وہ اسے اٹھا کر شہر سے باہر ایک پہاڑی کی غار میں لے گیا اور اس کی مرہم پٹی کی۔ پھر وہ چھپتا چھپاتا میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھے بتایا کہ شہزادہ زندہ ہے مگر زخمی ہے۔ اس بات کو پورا مہینہ گزر گیا۔ مجھے اپنے بیٹے کی پھر کچھ خبر نہیں ملی کہ وہ کس حال میں ہے۔ اگر تم سچے دل سے ایک دکھی بیوہ ماں کی مدد کرنا چاہتے ہو تو مجھے میرے بیٹے سے ملا دو۔ اس کے بعد چاہے مجھے قتل کر دو۔ میں ایک بار اپنے شہزادے کو سینے سے لگانا چاہتی ہوں۔''

عنبر نے ملکہ کو تسلی دی اور کہا:

”میں وعدہ کرتا ہوں ملکہ کہ تمہارے بیٹے کو تم سے ملانے کی پوری کوشش کروں گا۔ یہ بتائیں کہ وہ غار شہر سے باہر کس جگہ پر ہے؟“

”جانو نے مجھے بتایا تھا کہ غار شہر کے مشرقی دروازے سے باہر نکل کر ایک پہر کے سفر پر زیتون کی پہاڑی کے دامن میں ہے۔“

”بہت اچھا۔“

عنبر ایک دم خاموش ہو گیا۔ اسے دروازے کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چاپ دروازے کے باہر آ کر رک گئی۔ عنبر جھٹ ایک طرف ہو کر گھاس کے سوکھے ڈھیر میں چھپ گیا۔ پہریدار نے دروازہ کھول کر اندر جھانک کر دیکھا۔ ملکہ کو موجود پا کر تسلی کرنے کے بعد دروازہ بند کر کے واپس چلا گیا۔ عنبر گھاس کے خشک ڈھیر میں سے باہر نکل آیا۔ اب اس کا وہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔ اس نے ملکہ سے اجازت لی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اُسے خطرہ تھا کہیں راستے

میں کسی پہریدار سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔

وہ اندھیرے میں زینہ ٹٹولتا ہوا اوپر کی منزل میں آ گیا۔ یہاں سے سیڑھیاں تلاش کر کے دوسری منزل میں آ گیا اور اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازہ بند کر کے لیٹ گیا۔ بدنصیب ملکہ کی آواز رُک گئی تھی۔ وہ نینوا کی تباہ حال ملکہ کے درد و غم سے بہت متاثر ہوا تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ نینوا جا کر اس کے جگر کے ٹکڑے کا علاج بھی کرے گا اور اُسے ماں سے بھی ملا دے گا۔ یہ ایک انتہائی انسانی ہمدردی کا کام تھا اور عنبر نے ملکہ سے وعدہ بھی کر لیا تھا۔ اُسے اپنی ماں یاد آ رہی تھی جس کے خاوند کو اسی طرح قتل کروا دیا گیا تھا اور وہ بیچاری ساری زندگی اپنے بچھڑے ہوئے بیٹے کی یاد میں روتی رہی تھی۔ عنبر نے شہر بابل میں جانے کا ارادہ مُلتوی کر دیا تھا۔

اب وہ وہیں سے نینوا کا رخ کرنا چاہتا تھا۔ رات اسی طرح کی

سوچ بچار میں گزر گئی۔ صبح ہوئی' سورج نکل آیا۔ اُس کی کھڑکی میں سے دھوپ اندر آنے لگی۔ دروازہ کھلا اور پہریدار اس کے لیے دودھ اور شہد ناشتے کے لیے لایا۔

"اے مقدس دیوتا' ہم صرف دودھ اور شہد ہی آپ کی خدمت میں پیش کر سکتے ہیں لیجیے تناول فرمایئے۔"

پہریدار ادب سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ عنبر ناشتہ کرنے لگا۔ اُس نے پوچھا:

"مجھے رات بھر ایک عورت کے بین کرنے کی آوازیں آتی رہیں۔ کیا یہ ملکہ نینوا کی آوازیں تھیں؟"

ہاں مقدس دیوتا' ملکہ رات رات بھر اپنے بچوں کو یاد کر کے روتی رہتی ہے۔"

"بادشاہ بخت نصر نے اِسے بھی قتل کیوں نہیں کر دیا؟"

''شاید وہ چاہتا تھا کہ ملکہ ساری عُمر زندہ رہ کر دکھ برداشت کرتی رہے۔ اُس نے ملکہ نینوا سے زبردست انتقام لیا ہے۔

عنبر نے پوچھا:

''کیا یہ ملکہ اسی جگہ قید رہے گی یا اُسے جلاوطن کر دیا جائیگا؟''

پہریدار عنبر کو چونکہ ایک مقدس انسان سمجھتا تھا اس لیے اُس کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ وہ ایک ایک بات اُسے سچ سچ بتا رہا تھا۔ اُس نے کہا:

''ہمیں ابھی تک یہی حکم ہے کہ اسے حویلی میں تاعمر قید رکھا جائے اور کھانے کو پوری خوراک دی جائے تاکہ وہ تندرست رہ کر اپنے خاوند اور بچوں کا غم اٹھائے۔''

''کیا یہ ظلم نہیں ہے؟''

''ظلم کیا ہوتا ہے اے مقدس انسان اگر نینوا کا بادشاہ ہمارے

ملک پر چڑھائی کر کے اِسے فتح کر لیتا تو وہ بھی ہمارے بادشاہ اور ملکہ کے ساتھ یہی سلوک کرتا۔"

عزر نے اس موضوع پر زیادہ گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اُس نے کہا:

"کیا میرے گھوڑے کو بھی چارہ ڈال دیا گیا ہے؟"

"ہاں حضور، وہ بالکل تازہ دم ہے۔ کیا آپ تشریف لے جا رہے ہیں؟"

"اب میں آگے شہر بابل جاؤں گا۔ میں تمہارے بادشاہ سے ملاقات کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"آپ خوش نصیب انسان ہیں۔ مقدس دیوتا جو ہمارے بادشاہ شاہِ بابل سے ملیں گے۔"

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔"

عنبر حویلی سے نکل کر باہر آ گیا۔

باہر دوسرے سپاہی بھی اس کو الوداع کہنے آ گئے تھے۔ وہ بڑے ادب سے ایک طرف ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ عنبر نے ان سب سے باری باری ہاتھ ملایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر بابل کی طرف روانہ ہو گیا۔

تھوڑی دور تک وہ سیدھا چلتا رہا۔ پھر ایک ٹیلے کا چکر کاٹ کر واپس سرحد کی طرف چلنے لگا۔ وہ بابل کی سرحدوں سے نکل کر ملک نینوا کو جانا چاہتا تھا۔ نصف دن تک چلتے رہنے کے بعد اس نے ایک دوسری جگہ سے بابل کی سرحد عبور کی۔ چوکی داروں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ عنبر نے یہاں بھی وہی جواب دیا کہ وہ حکیم ہے۔ دکھی انسانوں کی خدمت کرتا ہے اور اب

شہر بابل سے جڑی بوٹیاں اکٹھی کرنے کے بعد ملک افریقہ کو جارہا ہے۔ بابل کی سرحد سے نکل کر عنبر نے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی کر دیں اور ایک خاص رفتار کے ساتھ گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے نینوا کی طرف روانہ ہوگیا۔

آج سے بیس برس پہلے وہ ایک بار ملک نینوا کا سفر کر چکا تھا۔ دریائے فرات کے مغربی کنارے پر آباد یہ شہر بہت خوب صورت اور ترقی یافتہ شہر تھا۔ لوگ پختہ مکانوں میں رہتے تھے۔ اور دریائے فرات سے نکل کر نہروں کا پانی انگور اور انجیر کے ہرے بھرے باغوں کو سیراب کرتا تھا' لیکن خدا جانے اب بخت نصر کی وحشی فوجوں نے اُن کا کیا حشر کر دیا ہوگا۔ وہ نینوا کے راستے سے باخبر تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ رات کے دو پہر آرام کرنے کے بعد اگر وہ اسی طرح چلتا رہا تو دوسرے روز دن ہوتے ہوئے نینوا پہنچ جائے گا۔

سارا راستہ صحرا میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ دھوپ بڑی تیز تھی ریت کے اونچے نیچے ٹیلے جگہ جگہ کھڑے تھے۔ راستے میں جہاں کہیں کوئی ہرا بھرا نخلستان ملتا تو عنبر وہاں کچھ دیر آرام کرتا۔ گھوڑے کو گھاس کھلا کر پانی پلاتا۔ تھوڑی دیر بعد کھجوروں اور زیتون کی چھاؤں میں لیٹ کر اگلے سفر کے بارے میں سوچتا اور دوبارا سفر پر روانہ ہو جاتا۔ چلتے چلتے اُسے شام ہو گئی۔ اُس نے سفر جاری رکھا۔ جب رات گہری ہو گئی۔ آسمان پر ستارے چمکنے لگے اور عنبر کا گھوڑا بھی تھک گیا تو وہ ایک جگہ رُک گیا۔ یہاں ٹیلے کے دامن میں کھجوروں کے چند ایک جھنڈ کھڑے تھے۔ اور ایک چھوٹا سا چشمہ بہہ رہا تھا۔

عنبر نے اس جگہ رات بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس نے گھوڑے کو ایک درخت کے ساتھ باندھا اور سیاہ کمبل ریت پر بچھا کر لیٹ گیا۔ آسمان پر ستارے چاندی کے سفید پھولوں

کی طرح چمک رہے تھے اور چاروں طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ عنبر دن بھر کا تھکا ہوا تھا۔ اسے تھوڑی دیر بعد ہی نیند آ گئی۔ یہ جگہ جہاں عنبر آرام کر رہا تھا۔ اس جگہ اکثر ڈاکو راتوں کو آ کر اپنے لوٹے ہوئے مال کا حساب کرتے اور آپس میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ آخر وہی ہوا۔ چار ڈاکو گھوڑوں پر سوار وہاں آ کر رک گئے۔ اُن کے پاس ایک قافلے سے لوٹا ہوا سامان بھی تھا۔ انہوں نے عنبر کو سوتا ہوا بالکل نہیں دیکھا تھا۔ وہ دوسری طرف آ کر رکے تھے۔ مگر ان کی آوازوں سے عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ چار ڈاکو انجیر کی جھاڑیوں کے پاس زمین پر بیٹھے لوٹے ہوئے مال کو آپس میں تقسیم کر رہے ہیں۔ پہلے تو اسے خیال آیا کہ وہ ان کا مقابلہ کرے۔ پھر اس نے سوچا کہ چار آدمیوں سے مقابلہ کرنے کا نتیجہ وہی ناکامی کی صورت میں نکلے گا اور خواہ مخواہ یہاں بھی اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کا

راز فاش ہو جائے گا۔

وہ جھاڑیوں میں چھپا بڑے غور سے ڈاکوؤں کو آپس میں مال تقسیم کرتے دیکھتا رہا۔ وہ آپس میں چوری کا مال بھی بانٹ رہے تھے اور لڑ جھگڑ بھی رہے تھے۔ دو ڈاکو آپس میں زیادہ تکرار کر رہے تھے۔ اچانک ان میں سے ایک نے تلوار کھینچ لی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھ سے مقابلہ کرو۔ اگر میں ہار گیا تو میرا مال تم لے جانا۔"

دوسرا ڈاکو خاموش اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ پہلے ڈاکو نے اُسے گالی دی اور کہا:

"تم کمینے ہو بزدل ہو۔ لاؤ اپنا مال بھی مجھے دے دو۔"

اِس پر دوسرا ڈاکو بھی غصے میں آ گیا۔ اُس نے تلوار نیام سے نکال لی اور سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ باقی دونوں ڈاکو مزے سے بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔ شاید ان کا یہ خیال تھا کہ اگر یہ دونوں مقابلہ کرتے

ہوئے ہلاک ہو گئے تو وہ ان کا مال بھی آپس میں تقسیم کر لیں گے۔

دونوں ڈاکوؤں کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ عنبر یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ دونوں ڈاکو بڑے بلا کے تلوار باز تھے۔ وہ بڑے تجربہ کار سپاہیوں کی طرح لڑ رہے تھے۔ عنبر کو افسوس ہوا کہ ایسے ماہر تلوار کے دھنی ڈاکے مار کر اپنے آپ کو برباد کر رہے ہیں۔ اگر وہ کسی ملک کی فوج میں ہوتے تو ترقی کرتے۔ ڈاکو بن کر زندگی بسر کرنے سے سوائے اس کے ان کا انجام اور کیا ہو سکتا تھا کہ اپنے ہی کسی ساتھی کے ہاتھوں قتل ہو جائیں۔

چاند آسمان پر نکل آیا تھا۔ اس کی روشنی میں دونوں ڈاکو بڑی بے جگری سے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر وار کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو قتل کر کے ہی دم لیں گے۔ چاند کی روشنی میں عنبر کو وہ صاف لڑائی کرتے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے ڈاکو

بجائے ان میں بیچ بچاؤ کرانے کے انہیں اور زیادہ لڑائی پر اکسا رہے تھے۔ عنبر نے محسوس کیا کہ ایک ڈاکو پھنس گیا ہے اور ذرا کمزور ہاتھ سے وار کر رہا تھا۔ جبکہ دوسرا ڈاکو اس سے زیادہ طاقت ور تھا اور بڑے جوش کے ساتھ تلوار چلا رہا تھا۔ اچانک پہلا ڈاکو پتھر کی ٹھوکر کھا کر ریت پر گر پڑا۔ اس کا گرنا تھا کہ دوسرے ڈاکو نے ایک پل ضائع کیے بغیر تلوار کا بھرپور ہاتھ مار کر اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ ڈاکو نے ایک دلدوز چیخ ماری۔

اس کی چیخ سے آدھی رات کو صحرا گونج اٹھا۔ مگر وہاں سوائے عنبر کے اس کی چیخ سننے والا کوئی نہ تھا۔ ڈاکو نے تلوار کا ایک اور وار کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ وہ تھوڑی دیر تڑپا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ ڈاکو نے تلوار نیام میں رکھی اور اس کا مال بھی قبضے میں کر کے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک طرف کو چلا گیا۔ باقی دو ڈاکو بھی اٹھے، گھوڑوں پر سوار

ہوئے اور اس کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ عنبر یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔
جب ڈاکو کافی دور چلے گئے تو وہ جھاڑیوں میں سے باہر نکلا۔ ڈاکو لاش
ریت پر مُردہ پڑی تھی اور آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔

شہزادے ماڑوت کی تلاش

عنبر ڈاکو کی لاش کو دیکھتا رہا۔

ابھی ایک لمحے پہلے وہ ڈاکو اس کے سامنے ایک جیتا جاگتا زندہ انسان تھا۔ وہ ہنس رہا تھا' جھگڑ رہا تھا' باتیں کر رہا تھا' لڑائی کر رہا تھا اور اب وہ بے حس و حرکت مُردہ ہو کر خون میں لت پت پڑا ہے۔ اس نے ریت میں ایک گڑھا کھودا اور ڈاکو کی لاش کو اُس میں دبا دیا۔ اب اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ زمین پر لیٹا ڈاکوؤں کے بارے میں غور کرتا رہا کہ یہ لوگ دوسروں کو لوٹ کر قتل کر دیتے ہیں اور آخر ان کا اپنا انجام یہ ہوتا ہے کہ اُن کی لاش صحرا کی ریت پر بے یار و مددگار پڑی ہوئی ہے۔

آسمان پر صبح کی سپیدی کا نور پھیلنے لگا تھا۔

صحراؤں میں سفر شروع کرنے کے لیے یہ ایک بہتر وقت ہوتا

ہے۔ عنبر نے اٹھ کر چشمے سے منہ ہاتھ دھویا۔ تھیلے میں سے کھجوریں نکال کر کھائیں، پانی پیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہونے ہی لگا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک چمکتی ہوئی چیز پر پڑی۔ اُس نے جھک کر دیکھا۔ چشمے کے پاس پتھروں میں ایک ہار پڑا تھا۔ عنبر نے ہار اٹھا لیا۔ یہ ہار سونے کا تھا اور اس میں مرغی کے انڈے کے برابر ہیرا جگمگا رہا تھا۔ یقیناً ڈاکو افراتفری میں یہاں چھوڑ گئے تھے۔ ہار بہت قیمتی معلوم ہوتا تھا۔ عنبر نے ہار اپنے جھولے میں ڈالا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے سفر پر شہر نینوا کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایک پہر تک وہ صحرا میں سفر کرتا رہا۔ دوسرے پہر اُسے نینوا شہر کے آثار دور سے دکھائی دینے لگے۔ اُونچے ٹیلوں پر کھجوروں کے جھنڈ کھڑے تھے جن کے ساتھ ساتھ کچے مکانوں کی قطار چلی گئی تھی۔ عنبر ان مکانوں کے قریب سے گزرا تو اسے وہاں کوئی شخص

دکھائی نہ دیا۔ کئی مکانوں کی چھتیں گری پڑی تھیں۔ شہر نینوا کی فصیل آدھی سے زیادہ ڈھے چکی تھی۔ وہ شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ شہر کا دروازہ گرا ہوا تھا۔ وہاں کوئی پہریدار نہ تھا۔ شہر ویران اور تباہ حال تھا۔ بڑے بڑے حویلی نما مکان جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ شاہ بابل بخت نصر کی فوجوں نے نینوا شہر کو فتح کرنے کے بعد اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ شہر کے وسط میں بادشاہ نینوا کا محل جوں کا توں کھڑا تھا۔

اتنے بڑے شہر میں کہیں کہیں مکان صحیح حالت میں تھے؛ ورنہ محلے کے محلے تباہ کر دیے گئے تھے۔ عنبر کو بہت کم لوگ ادھر سے ادھر گزرتے ہوئے ملے۔ کچھ دکانیں کھلی تھیں جہاں کھانے پینے کی چیزیں بک رہی تھیں۔ وہ ایک دکان پر گیا ایک بوڑھا آدمی شہد بیچ رہا تھا۔ عنبر نے پوچھا:

"بابا میں ملک افریقہ سے آیا ہوں۔ میں حکیم ہوں اور دُکھی لوگوں کا علاج کرتا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ اس شہر پر کیا مصیبت گزر گئی کہ یہ تباہ ہو گیا؟"

بوڑھے دکاندار نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا:

اے نوجوان اگر تو یہاں اجنبی ہے تو سن کہ اس شہر کو کسی کی نظر کھا گئی۔ شاہ بابل نے حملہ کیا اِس کو برباد کر دیا۔ تو جس شہر کے کھنڈر دیکھ رہا ہے کبھی یہاں لوگ مزے سے زندگی بسر کرتے تھے۔"

عنبر کو سب کچھ معلوم تھا۔ مگر وہ بوڑھے دکاندار سے بہت سی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

"بابا" کیا اس شہر میں کوئی معبد بھی تھا۔ جہاں لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے؟"

"ایسے کئی معبد تھے میرے بچے" مگر شاہ بابل نے اُن سب کو تباہ

کر دیا۔ دیوتا ہمیں معاف کریں۔"

عنبر کو معلوم ہوا کہ نینوا شہر میں شاہ بابل بخت نصر نے فوج کا ایک حصہ چھوڑ دیا ہے جو برباد شدہ شہر کی حفاظت کرتی ہے اور ایک فوجی گورنر محل میں رہتا ہے جو شاہ بابل کے نام پر یہاں حکومت چلاتا ہے اور بچے کھچے لوگوں اور کسانوں سے لگان وصول کرتا ہے۔

عنبر وہاں سے اٹھ کر شہر کے مغربی دروازے کی طرف آ گیا مگر شہر کا کوئی بھی دروازہ صحیح سلامت نہیں تھا۔ مغربی دروازہ بڑی تلاش کے بعد اُسے ملا تو وہاں دروزے کی جگہ اینٹوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ عنبر اِس دروازے سے شہر سے باہر نکل آیا۔ ملکہ کی ہدایت کے مطابق شہزادہ ماروت جانو کے ساتھ جس غار میں رہتا تھا وہ مغربی دروازے سے باہر ایک ٹیلے کے دامن میں تھا۔ عنبر گھوڑے پر سوار ٹیلے کی تلاش میں چل پڑا۔ وہ کئی اُونچے نیچے ٹیلوں کے قریب سے گزرا مگر وہاں اُسے

ایک بھی غار دکھائی نہ دیا۔ تھک ہار کر وہ اِس خیال سے واپس شہر میں آ گیا کہ صبح تازہ دم اُٹھ کر غار کی تلاش شروع کر دے گا۔

شہر میں اُسے کسی ایسی جگہ کی جستجو تھی جہاں وہ رات بسر کر سکے۔ لیکن وہاں کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ تھک ہار کر وہ اسی شہد بیچنے والے بوڑھے کی دکان پر آ گیا۔

"بابا! یہاں رات بسر کرنے کے لیے کوئی جگہ مل جائے گی؟"

بوڑھے دُکاندار نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"دشمن کے حملے سے پہلے اس شہر میں کیسی کیسی خوبصورت سرائیں تھیں۔ دوسرے ملکوں کے مسافر وہاں آ کر آرام کرتے اور اہلِ نینوا کو دُعائیں دیتے تھے۔ مگر اب یہاں سوائے ویرانی اور بربادی کے اور کیا دھرا ہے؟ یہاں کے رہنے والوں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں مِل رہی۔"

عنبر نے بوڑھے دکاندار سے کہا کہ وہ رات بسر کرنے کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہے۔ اِس پر بوڑھے دکاندار نے کان کھڑے کر دیے اور پوچھا:

”کیوں میاں، تم کتنے پیسے ادا کر سکتے ہو؟“

عنبر نے کہا:

”میں ایک رات کے لیے ایک چاندی کا سکہ دے سکتا ہوں۔“

اِس پر دکاندار نے خوش ہو کر کہا:

”پھر تم میرے ہاں کیوں نہیں ٹھہر جاتے؟ آخر وہ بھی تو تمہارا اپنا ہی گھر ہے اور پھر پردیسیوں کی خدمت کرنا تو ہمارا فرض ہے۔“

عنبر بڑا خوش ہوا کہ اُس کے رات بسر کرنے کا معاملہ حل ہو گیا۔ بوڑھے نے عنبر کو اپنی دکان پر یہ کہہ کر بٹھا لیا کہ جب وہ دُکان بند کر کے گھر جانے لگے گا تو اُسے بھی ساتھ لیتا جائے گا۔ چوتھے پہر کے

قریب دکاندار نے دُکان بند کی اور عنبر کو لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُس کا مکان شہر کے اندر ایک اجھاڑ سی جگہ پر تھا جہاں چاروں طرف گرے پڑے مکانوں کا ملبہ پڑا تھا۔ بوڑھے کے اپنے مکان کا اگلا حصہ بھی جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ صرف پچھلے حصے میں ایک کوٹھڑی باقی تھی۔ بوڑھے نے کہا:

''میاں، تم اِس کوٹھڑی کی چھت پر آرام کر سکتے ہو۔ تمہارے گھوڑے کے لیے میں چارہ لاتا ہوں۔''

عنبر چھت پر بھیڑ کی کھال بچھا کر لیٹ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ غار اور شہزادے ماروت کے بارے میں کس سے دریافت کرے۔

بوڑھا تھوڑی دیر بعد گھوڑے کو گھاس وغیرہ ڈال کر واپس آ گیا اور عنبر کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ وہ بوڑھا بڑا باتونی تھا اور بخت نصر کے حملے کی ایک ایک تفصیل بیان کر رہا تھا۔

"شہر میں بخت نصر کی فوجوں نے قتل عام شروع کر دیا۔ میں اپنی اس کوٹھڑی میں آ کر چھپ گیا۔ انہوں نے میرے مکان کو بھی آگ لگا دی۔ میری ساری دولت لوٹ کر لے گئے۔ دیوتاؤں کی نظر اچھی تھی کہ میری جان بچ گئی۔ میں اس کوٹھڑی میں چھپا بیٹھا رہا۔ پہلے خیال آیا کہ نکل کر مقابلہ کروں اور ایک ایک سپاہی کو تلوار کا ہاتھ مار کر ہلاک کر دوں اور پھر اُن سپاہیوں کی جوانی اور اپنے بڑھاپے کا خیال آیا اور خاموش دبکا بیٹھا رہا۔"

عنبر بوڑھے کی باتوں سے تنگ آ گیا تھا۔

جو بات وہ پوچھنا چاہتا تھا اُس کے بارے میں وہ سوچ رہا تھا کہ بوڑھے سے پوچھے یا نہ پوچھے۔ پھر اُس نے سوچا آخر پوچھنے میں کیا ہرج ہے؟ اُس نے کہا:

"بابا! کیا فوج نے نینوا کے سارے شاہی خاندان کو قتل کر دیا

تھا؟"

بوڑھے نے کہا:

"میاں صاحبزادے بخت نصر نے شاہی خاندان کے ایک ایک شخص کو اپنے ہاتھوں قتل کیا۔ اُس ظالم نے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا۔ اُس نے تو شاہی خاندان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔"

عنبر نے رازداری کے انداز میں کہا:

"مگر میں نے سنا ہے کہ ایک شہزادہ زندہ رہ گیا ہے۔"

اِس پر بوڑھا حیرانی سے اچھل پڑا اور آنکھیں سکیڑ کر بولا:

یہ۔۔۔یہ تم سے کس نے کہا میاں؟"

"بس کسی نے کہہ دیا۔ یہ بتاؤ کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ کیا واقعی شاہی خاندان کا شہزادہ زندہ ہے؟"

"شی! آہستہ بولو میاں آہستہ بولو۔ کسی نے سن لیا تو قیامت

آ جائے گی۔ شاہ بابل کے سپاہی رات کو یہاں گشت کرتے رہتے ہیں۔ وہ پاگل کتوں کی مانند بُو سونگھتے پھرتے ہیں۔"

عنبر نے سرگوشی میں پوچھا:

"تو پھر کیا یہ سچ ہے؟"

"کیا سچ ہے میاں؟"

"یہی کہ نینوا کا ایک شہزادہ زندہ ہے اور زخمی ہے......؟"

بوڑھے نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:

"مگر یہ تم کیوں پُوچھ رہے ہو؟"

ویسے ہی پُوچھ رہا تھا۔"

"نہیں نہیں ضرور کوئی بات ہے اِس میں۔ تم ویسے نہیں پُوچھ سکتے۔"

"کیوں نہیں پوچھ سکتا ویسے؟"

”اِس لیے کہ ایک غیر ملک کے رہنے والے کو ہمارے ملک کے شہزادے سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟“

اِس پر عنبر نے کہا:

”بابا! میں ایک حکیم ہوں اور بیماروں کا علاج کر کے مجھے دلی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جب سے میں نے یہ سنا کہ نینوا کا شہزادہ کسی جگہ چھپا ہوا ہے۔ وہ زندہ ہے، مگر زخمی ہے تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں اُس کے زخموں کا علاج کروں۔ اُسے صحت مند کروں اور یُوں نینوا کے شاہی خاندان کا نام لینے والا زندہ رہے اور اِس خاندان کا نام آگے چل سکے۔“

بُوڑھے نے یہ سُن کر عنبر کو اپنے سینے سے لگا کر اُس کا ماتھا چوم لیا۔

”تم ایک نیک دل انسان ہو بیٹے، تمہارا دل انسانی ہمدردی سے بھرا ہوا ہے۔ تم نے ہمارے بادشاہ کی آخری نشانی کے بارے میں

جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُسے سُن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔
میں چاہتا ہوں کہ تم شہزادے کا علاج کرو۔"

عنبر نے پوچھا:

"تو کیا وہ واقعی زندہ ہے اور زخمی ہے؟"

"ہاں میرے بیٹے! شاہِ نینوا کا شہزادہ شاہی خاندان کا آخری
چراغ شہزادہ ماروت زندہ ہے اور زخمی حالت میں ہے۔"

"وہ کس جگہ پر ہے بابا! مجھے بتاؤ۔ میں چل کر اُس کا علاج کرنا
چاہتا ہوں۔"

بوڑھے دکاندار نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"فکر نہ کرو میرے بیٹے! میں کل تمہیں شہزادہ ماروت کے پاس
لے چلوں گا۔ وہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک ٹیلے کے دامن میں
ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔ وہ سخت زخمی ہے اور یہاں سے فرار ہو کر

نہیں جاسکتا۔ شاہ بابل کے گورنر کو پتہ چل گیا ہے کہ شہزادہ بچ کر نکل گیا ہے۔ اُس کے سپاہی شہزادے کی تلاش میں ہیں۔ مگر وہ ملک کے ایک نہایت وفادار غلام حانو کی حفاظت میں ہے۔ یہ جانثار غلام اُس کی خدمت کر رہا ہے۔ کل تم میرے ساتھ چلنا۔ دیوتا مجھے معاف کریں۔ میں نے ایک اجنبی کے آگے شہزادے کا راز افشا کر دیا ہے۔"

عنبر نے بوڑھے کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"فکر نہ کرو بابا! میں شہزادے کے خاندان کا خیر خواہ ہوں۔"

بوڑھے نے اچانک سوال کیا:

"کیا تمہارا تعلق بھی تو نینوا کے شاہی خاندان سے نہیں ہے اجنبی جوان؟"

"میں تو ایک غریب خاندان میں پیدا ہوا ہوں بابا! میرا بھلا شاہی

خاندان سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

وہ رات عنبر نے بوڑھے شہد فروش کے مکان میں بسر کی۔ دن نکلا تو بوڑھے نے کہا:

"تیار ہو جاؤ اجنبی نوجوان! اب ہمیں شہزادے مارُوت کے پاس جانا ہے۔"

انہوں نے معمولی کسانوں کا حلیہ بنایا اور خچروں پر سوار ہو کر شہر سے باہر نکل گئے۔ راستے میں وہ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ عنبر نے اس سے پوچھا کہ اس کا شہزادے سے کیا تعلق ہے؟ بوڑھے نے کہا:

"وہ ہمارے بادشاہ کا بیٹا ہے، ہم اُس کی رعایا ہیں۔ ہمیں اپنے بادشاہ اور اُس کے بیٹے سے محبت ہونی چاہیے۔"

"لیکن بابا! تمہیں کیسے پتہ چلا تھا کہ شہزادہ زخمی حالت میں غار

میں پڑا ہے؟''

اُس کا غلام جانو میری دکان پر شہد لینے آیا تھا۔ میں نے باتوں ہی باتوں میں اُس سے معلوم کر لیا اور پھر خود جا کر شہزادے کی تیمارداری میں جانو کا ہاتھ بٹایا۔''

اب وہ شہر سے کافی دور نکل آئے تھے اور چھوٹے چھوٹے ریت کے ٹیلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ کئی ایک ٹیلوں کے پاس سے گزر کر بوڑھا شہد فروش ایک اونچے ٹیلے کی چڑھائی چڑھنے لگا۔ بائیں پہلو سے ہو کر وہ ڈھلان پر اتر گیا۔ عنبر اس کے پیچھے پیچھے کسان کے بھیس میں خچر پر سوار چلا جا رہا تھا۔ ٹیلے کی ڈھلان اتر کر وہ جنوب کی جانب آ گئے۔ یہاں ایک بہت بڑا پتھر کا ستون گرا پڑا تھا جس کے اردگرد جنگلی جھاڑیاں اُگ رہی تھیں۔ بوڑھے نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا:

"تھوڑی دیر کے لیے ایک طرف ہو جاؤ۔"

"کیا کوئی خطرہ ہے بابا؟"

"نہیں بھی ہے اور ہے بھی۔ ہم اس وقت غار کے پاس کھڑے ہیں۔ شاہ بابل کے سپاہی بھوکے کتوں کی طرح شہزادے کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ غار میں داخل ہونے سے پہلے میں تسلی کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں کسی نے نہیں دیکھا۔"

"بوڑھا ستون کے اوپر کھڑا ہو گیا اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر چاروں طرف غور سے تکنے لگا۔ جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ وہاں کوئی شخص نہیں ہے تو وہ ٹیلے کے دامن میں جھاڑیوں کی طرف گیا تو اُس نے ایک غار کا منہ دیکھا جس کی محراب جنگلی بیلوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

"اندر آ جاؤ۔"

عنبر بوڑھے شہد فروش کے ساتھ غار میں داخل ہو گیا۔ غار میں

اندھیرا اور سیلن تھی۔ بوڑھا یوں آگے بڑھ رہا تھا جیسے وہ پہلے بھی وہاں آتا رہا ہو۔ عنبر اس کے ساتھ لگا آگے بڑھ رہا تھا۔ غار ایک طرف گھوم گیا۔ ذرا آگے جا کر دائیں جانب ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا۔ بوڑھے نے جیب سے لوہے کا ٹکڑا نکال کر اس پتھر پر چار مرتبہ بجایا۔ اس آواز کے ساتھ ہی غار میں سامنے کی جانب سے ہلکی سی روشنی نمودار ہوئی۔ یہ روشنی آگے آتی گئی اور پھر ایک سیاہ حبشی کا چہرہ نمودار ہوا۔ جس نے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھام رکھی تھی۔ یہ سیاہ فام شخص ملکہ نغیوا کا وفادار غلام جانو تھا۔ وہ بوڑھے شہد فروش کے ساتھ ایک اجنبی جوان کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ پھر بجلی جیسی پھرتی کے ساتھ حبشی نے کمر سے خنجر نکالا اور عنبر کی طرف لپک کر خنجر اس کی گردن پر رکھ دیا۔

بوڑھے نے جھٹ کہا:

"یہ طبیب ہے جانو اور شہزادے کے زخموں کا علاج کرنے آیا

ہے۔ یہ ہمارے بادشاہ کے حامیوں میں سے ہے اور ملک افریقہ کا رہنے والا ہے۔"

حبشی غلام نے کہا:

"کیا تم اس اجنبی پر اعتبار کرتے ہو بابا؟"

"ہاں جانو میں اس پر اعتبار کرتا ہوں۔ یہ کہو شہزادے کا کیا حال ہے؟"

"میرے ساتھ چل کر دیکھ لو۔"

حبشی غلام مشعل لیے غار میں آگے آگے چل پڑا۔ بوڑھا اور عنبر اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ غار کے دو تین موڑ گھوم کر وہ ایک ذرا کھلی جگہ پر آگئے۔ یہاں دیوار کے پتھر میں ایک اور مشعل جل رہی تھی اور زمین پر گھاس پھوس بچھی ہوئی تھی۔ جس پر شہزادہ ماروت زخمی حالت میں پڑا کراہ رہا تھا۔

پھانسی کے تختے پر

شہزادے کی عمر پندرہ سولہ سال سے زیادہ نہ تھی۔

عنبر نے جھک کر شہزادے کا زخم دیکھا۔ تلوار کا گہرا وار اس کے کندھے پر لگا تھا۔ عنبر نے فوراً چیتھڑے اُتار کر زخم کو گرم پانی سے دھویا اور جھولے میں سے مرہم نکال کر زخم میں بھری اور اُوپر سے صاف سُتھری پٹی باندھ دی۔ اِس کے بعد اُس نے پیالے میں طاقت کی ایک دوائی انڈیلی اور شہزادے کو پلا دی۔ زخم کے درد کی وجہ سے شہزادے کو بخار ہو گیا تھا۔ دوائی نے جادو کا اثر کیا۔ شہزادے کا بخار کم ہو گیا۔ اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور حانو سے پوچھا:

"یہ کون ہے حانو؟"

حبشی غلام نے جھک کر ادب سے کہا:

"یہ ایک طبیب ہے شہزادہ سلامت اور آپ کے علاج کے لیے

یہاں خاص طور پر بلوایا گیا ہے۔ کیا آپ کے درد میں کچھ آفاقہ ہوا ہے؟"

"کچھ ہوا ہے۔"

بوڑھے شہد فروش نے خوش ہو کر کہا:

"دیوتاؤں نے ہم پر رحم کر دیا۔ ہمارے شہزادے کا زخم بہت جلد اچھا ہو جائے گا۔ ہم نینوا کا کھویا ہوا تخت پھر سے حاصل کر کے رہیں گے۔"

حبشی غلام نے کہا:

"بابا! مجھے اس حکیم پر بھروسہ نہیں ہے۔"

عنبر خاموش رہا۔ وہ اسے ابھی بتانا نہیں چاہتا تھا کہ جس نوجوان اجنبی پر وہ بھروسہ نہیں کر رہا اُس کو شہزادے کی والدہ ملکہ نینوا نے خاص طور پر وہاں بھیجا ہے اور وہ صرف شہزادے کی خاطر اتنا طویل سفر کر کے

وہاں پہنچا ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ عنبر کو بوڑھے شہد فروش پر اعتماد نہیں تھا۔ اِس لیے نہیں کہ وہ دھوکے باز تھا یا دشمنوں کا مخبر تھا بلکہ اس لیے کہ بوڑھا نادان اور جذباتی تھا۔ عنبر کو ڈر تھا کہ اگر اس کے سامنے اس نے شہزادے کی والدہ کا ذکر کر دیا تو وہ اس راز کو شاید اپنی بے وقوفی کی وجہ سے افشا نہ کر دے؛ چنانچہ وہ بوڑھے شہد فروش کی عدم موجودگی میں شہزادے کو اصل حقیقت بتانا چاہتا تھا۔

شہزادے کو اب پوری طرح ہوش آ چکا تھا اور وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ حبشی غلام نے بوڑھے سے پوچھا۔ کہ شہر کا کیا حال ہے اور شاہ بابل کے سپاہی کس کس جگہ شہزادے کی تلاش میں ہیں؟ بوڑھے نے کہا:

''سپاہی جگہ جگہ شہزادے کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے شہر کے اردگرد اور شہر کے اندر اپنے جاسوس پھیلا رکھے ہیں۔ میری

دکان کے اردگرد ایک جاسوس ہر وقت منڈلاتا رہتا ہے۔"

"کیا انہیں تم پر شک تو نہیں ہو گیا بابا؟"

"ایسا نہیں ہے۔"

"تو پھر جاسوس وہاں کیوں رہتا ہے؟"

"وہ میری دکان پر آنے جانے والے گاہکوں کو گھورتا رہتا ہے۔"

"اِس کا مطلب ہے کہ وہ ضرور تم لوگوں کا پیچھا کر رہا ہوگا۔ کیا تم لوگوں نے غار میں داخل ہونے سے پہلے پُوری تسلی کر لی تھی؟"

"میں اتنا پاگل نہیں ہوں جانو' میں بڑی احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ یہاں تک آیا ہوں۔"

اِس پر شہزادے نے کہا:

"وہ دن کب آئے گا بابا' جب میں اپنی پیاری والدہ سے مِلوں گا۔"

"دیوتاؤں نے چاہا تو وہ دن جلد آئے گا۔"

شہزادے نے آہ بھر کر کہا:

"کیا معلوم کہ میری والدہ کہاں ہیں' کس حال میں ہیں۔ کیا خبر کہ شاہ بابل نے انہیں بھی قتل کر دیا ہو۔"

پھر شہزادے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حبشی غلام نے شہزادے کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"دل چھوٹا نہ کریں شہزادہ سلامت' مجھے ایک شاہی مخبر نے شکست کے دو روز بعد ہی اطلاع دی تھی کہ ملکہ عالم بابل شہر میں شاہ بابل کی قیدی ہیں اور انہیں بادشاہ نے شاہی خاندان کے دوسرے لوگوں کی طرح قتل نہیں کیا۔"

شہزادے نے بے تابی سے پوچھا:

"کیا اس نے میری والدہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟"

"یہ اُس نے نہیں بتایا۔ لیکن یہ اس نے پورے یقین سے کہا تھا کہ ملکہ سلامت زندہ ہیں اور کچھ لوگوں نے انہیں قید خانے کی طرف جاتے دیکھا ہے۔"

"دیوتا گواہ رہیں کہ میں اپنی والدہ کی یاد میں تڑپ رہا ہوں اور ضرور میری والدہ بھی مجھے یاد کر رہی ہو گی۔ مگر انہیں تو شاید یہی خبر ملی ہو کہ میں بھی دوسرے شہزادوں کے ساتھ قتل کر دیا گیا ہوں۔"

حبشی غلام نے کہا:

"آپ فکر نہ کریں شہزادہ سلامت' دیوتاؤں نے چاہا تو آپ جلد ملکہ عالیہ سے ملیں گے۔ میری زندگی کا مقصد ہی اب یہی ہے کہ ملکہ عالیہ سے آپ کو ملا دوں۔ چاہے اس میں میری جان کیوں نہ جاتی رہے۔"

شہزادے نے کہا:

''کاش' مجھے معلوم ہو جائے کہ میری والدہ بابل شہر میں کس جگہ ہیں۔ وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ میں اُڑ کر اُن کی خدمت میں پہنچ جاتا۔''

غلام نے کہا:

''ہم بہت جلد یہ بھی معلوم کر لیں گے شہزادہ سلامت' وہ دن ضرور آئے گا۔ جب آپ نینوا کے تخت پر بادشاہ بن کر بیٹھیں گے اور آپ کے سر پر شاہی تاج ہو گا اور ملکہ عالیہ آپ کے ساتھ بیٹھی ہوں گی۔''

''ہمیں تباہ حال نینوا کو پھر سے آزاد کرنا ہے۔ ہمیں اپنے باپ دادا کی سلطنت کو پھر بحال کرنا ہے۔ جانو وہ دن ضرور آئے گا۔ کاش ہمیں ہمارے وفادار سپہ سالار زرکسیر کے بارے میں معلوم ہو سکتا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں ؟''

حانو نے کہا:

"اُس کے بارے میں بھی مُخبر نے صرف اتنا بتایا تھا کہ شکست کے روز وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ ملک یمن کی پہاڑیوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔"

"کاش یہ خبر درست ہو۔ میں اچھا ہو گیا تو اپنی والدہ کو ساتھ لے کر اپنے وفادار سپہ سالار زرکسیر کی تلاش میں ضرور جاؤں گا۔ وہ ضرور یمن میں بچی کھچی فوج کو اکٹھا کر رہا ہو گا۔"

اب عنبر نے کہا:

"شہزادہ سلامت' آپ کا زخم تازہ ہے۔ زیادہ باتیں کرنے سے اُس پر زور پڑے گا۔ آپ کے لیے بہتر ہے کہ آپ آرام کریں۔"

بوڑھے نے بھی جھٹ عنبر کی ہاں میں ہاں ملائی اور کہا:

"ہاں شہزادہ سلامت' اب آپ آرام سے لیٹ جائیں۔"

عنبر نے جھولے میں دواؤں بکس ڈالتے ہوئے کہا:

"میں پھر کسی روز آ کر زخم کی پٹی بدل دوں گا۔"

پھر اس نے حبشی غلام کو ہدایت کی کہ دوائی شہزادے کو دن میں تین چار مرتبہ پانی کے ساتھ پلاتا رہے۔ اس کے بعد بوڑھے شہد فروش اور عنبر نے شہزادے سے اجازت طلب کی اور آداب بجالا کے واپس چل پڑے۔ حبشی غلام مشعل لے کر انہیں غار کے منہ تک چھوڑنے آیا۔

باہر نکل کر وہ خچروں پر سوار ہوئے اور واپس شہر کی سمت چل پڑے۔ بوڑھا اپنی دکان پر آ گیا اور عنبر نے خچر پر سوار شہر کی سیر شروع کر دی۔ شہر کو بخت نصر کی فوجوں نے تباہ برباد کر دیا تھا۔ بہت کم آبادی زندہ تھی۔ شاہ بابل کے سپاہی جگہ جگہ کھڑے پہرہ دے رہے تھے اور ہر آنے جانے والے کو گھور رہے تھے۔ شاہ بابل نے حکم دے

رکھا تھا کہ شہزادے کو پناہ دینے والے کو بھی تلاش کر کے زندہ زمین گاڑ کر اُس پر بھوکے کُتے چھوڑ دیے جائیں۔ عنبر بڑے سکون سے شہر کے کھنڈروں اور مکانوں میں گھوم پھر رہا تھا۔

ایک چوک میں سے گزرتے ہوئے اُسے پیاس لگی۔ سامنے کنوئیں پر کچھ عورتیں صراحیوں میں پانی بھر رہی تھیں۔ عنبر کو بھوک تو نہ لگی تھی لیکن کبھی کبھی پیاس اسے ضرور تنگ کیا کرتی تھی۔ وہ خچر پر سے اُتر کر پانی بھرتی عورتوں کی طرف بڑھا۔ اُس نے ایک عورت سے کہا:

"مجھے پانی پلا دو گی بہن؟"

عورت نے عنبر کی طرف دیکھا اور بولی:

"لو پیو۔"

اُس نے صراحی ہاتھوں میں لے کر عنبر کے اوک میں پانی انڈیلنا

شروع کر دیا۔ عنبر نے جی بھر کر پانی پیا۔ عورت کا شکریہ ادا کرنے کے لیے جیب سے چاندی کے سکے نکالنے لگا تو ساتھ ہی سونے کا قیمتی ہیرے والا ہار بھی اُچھل کر زمین پر گر پڑا۔ ہار کو دیکھتے ہی عورت نے شور مچا دیا۔

"چور۔۔۔ چور۔۔۔ چور۔"

قریب کھڑے دو سپاہی عورتوں کا شور سُن کر وہاں آ گئے۔ عنبر بڑا حیران تھا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ وہ زمین پر سے ہار اٹھا کر اپنی جیب میں رکھنے ہی لگا تھا کہ عورت نے سپاہیوں سے کہا:

"یہ شخص ڈاکو ہے۔ اِس کے پاس میری مالکن کا قیمتی سونے کا ہار ہے۔ میری مالکن کا ہار ڈاکو لے گئے تھے۔ یہ شخص ڈاکو ہے۔ اِس کی جیب میں میری مالکن کا قیمتی ہیرے والا سونے کا ہار ہے۔"

عنبر پریشان ہو گیا۔ ہار سچ مچ چوری کا تھا۔ اُس کی جیب میں تھا

مگر چوری اُس نے نہیں کی تھی۔ سپاہی نے ہاتھ ڈال کر عنبر کی جیب میں سے ہار نکال لیا اور کہا:

"یہ ہار تم نے کہاں سے لیا ہے؟"

عنبر نے جھوٹ بولنا مناسب نہ سمجھا۔ اُس نے صاف صاف بتا دیا کہ یہ ہار کچھ ڈاکو صحرا میں افراتفری کے عالم میں پھینک گئے تھے کہ اُس نے اُٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔

اس پر سپاہی وحشیوں کی طرح قہقہے مار کر ہنسنے لگے۔ عورت نے چیخ کر کہا:

"یہ جھوٹ بکتا ہے۔ اِسی نے میری مالکن کا ہار چرایا ہے۔ یہ ڈاکو ہے اسے گرفتار کر لو۔"

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر عنبر کو گردن سے دبوچ لیا اور کہا:

"تم ڈاکو ہو چلو ہمارے ساتھ۔ ہم تمہیں چوری کا مزہ چکھاتے

ہیں۔"

عورت نے کہا:

"یہ ہار میری مالکن کا ہے، یہ مجھے دے دو۔"

سپاہی نے کہا:

"تم بھی ہمارے ساتھ چوکی پر چلو۔ وہاں تمہاری مالکن کو بھی بلایا جائے گا۔ اگر چوری ثابت ہو گئی تو ہار اسے دے دیا جائے گا۔"

سپاہیوں نے عنبر کے ہاتھوں کو رسیوں سے جکڑ دیا اور اُسے لے کر چوکی طرف چل پڑے۔ عنبر بڑا پریشان ہوا کہ وہ خواہ مخواہ شہر کی سیر کو نکل آیا۔ نہ ادھر آتا اور نہ اس مصیبت میں گرفتار ہوتا۔ بہرحال اب وہ پھنس گیا تھا۔ ناچار ہو کر وہ سپاہیوں کے ساتھ چوکی پر پہنچ گیا۔

چوکی کیا تھی ایک چاردیواری کے اندر کچھ سپاہی بیٹھے چوپٹ کھیل رہے تھے۔ ایک اُن کا سالار تھا جس نے لوہے کا کنٹوپ سر پر ڈال

رکھا تھا۔اس نے سارا معاملہ غور سے سُنا۔ہار کو غور سے دیکھا۔مالکن کو بُلا کر ہار دکھایا تو اُس نے جھپٹ کر کہا:

"یہی میرا قیمتی ہار ہے۔یہ میرے خاوند کی نشانی تھی۔کم بخت اس چور نے اسے اڑا لیا۔اس کی گردن اڑا دو۔"

ہار مالکن کو دے دیا گیا اور عنبر کو قید میں ڈال کر سلاخدار دروازے پر تالا ڈال دیا گیا۔سارے رات عنبر کال کوٹھڑی میں فرش پر بیٹھا مچھر مارتا رہا۔اُس نے ایک پَل کے لیے بھی سو کر نہ دیکھا۔صبح سالار نے آ کر اسے خبر سنائی۔چوری کے جرم میں اُسے صلیب پر چڑھا دیا جائے گا۔عنبر پر اس دہشت ناک خبر نے کوئی اثر نہ کیا۔کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ وہ صلیب پر بھی زندہ رہے گا۔لیکن اس خیال سے وہ ضرور پریشان ہو گیا کہ اُس کا راز فاش ہو جائے گا اور ان سپاہیوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ مر نہیں سکتا۔یُوں لوگوں میں اُس کی

مشہوری ہو جائے گی اور جس خفیہ کام کے لیے وہ نینوا شہر میں آیا ہے وہ ادھورا رہ جائے گا۔ عنبر نے خبر سُن کر کہا:

"کیا مجھے معاف نہیں کیا جائے گا؟"

"بکواس بند کرو، تم نے چوری کی ہے اور شاہِ بابل کے حکم کے مطابق چوری کرنے والے کو تختے پر کیل ٹھونک کر لٹکا دیا جاتا ہے۔ تمہیں آج ہی لٹکا دیا جائے گا۔"

عنبر خاموش ہو گیا۔ اِس لیے کہ سالار سے معافی مانگنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اُس کی گالیاں سُنتا رہے۔ شام ہونے سے ذرا پہلے سپاہیوں کا ایک دستہ سالار کے ساتھ آیا اور عنبر کو زنجیروں میں جکڑ کر ایک ٹیلے کی چوٹی پر لے گیا۔ یہاں لکڑی کی ایک صلیب زمین پر پڑی تھی۔ لمبے لمبے لوہے کے کیل اور ہتھوڑا لیے ایک جلاد تیار کھڑا تھا۔

سالار نے حکم دیا اور سپاہیوں نے زبردستی اٹھا کر عنبر کو لکڑی کے تختے پر چت لٹا دیا۔ اس کے ہاتھ اور پیر پھیلا کر زنجیروں سے باندھ دیے گئے۔ پھر جلاد نے لوہے کا کیل اٹھا کر اس کی نوک عنبر کی ہتھیلی پر رکھی اور ہتھوڑے کی ضربوں سے اُسے لکڑی کے تختے پر ٹھونکنا شروع کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی درد سے بلبلا اٹھے گا۔ مگر اس کے برخلاف عنبر خاموش رہا۔ کیل اس کی ہتھیلی میں ٹھکتا رہا اور وہ خاموش چہرے کے ساتھ جلاد کو تکتا رہا۔ عجب اتفاق تھا کہ ہتھیلی سے خون بھی نہیں نکل رہا تھا۔ سالار اور سپاہیوں کو بھی اس پر کچھ تعجب ہوا۔ مگر پھر انہوں نے سوچا کہ شاید ڈر اور خوف کی وجہ سے عنبر کا خون خشک ہو گیا ہے۔ جلاد اب عنبر کی دوسری ہتھیلی پر کیل ٹھونک رہا تھا۔ اِس دفعہ بھی عنبر درد سے بالکل نہ چلایا اور نہ ہی ہتھیلی سے خون جاری ہوا۔ جلاد نے یکے بعد دیگرے عنبر کے دونوں پیروں میں بھی

لوہے کی کیلیں ٹھونک دیں اور سالار کے حکم سے تختے کو اٹھا کر زمین پر گاڑ کر کھڑا کر دیا۔

عنبر کی گردن آگے کو جھک گئی مگر اس کے چہرے پر درد کے کوئی آثار نہیں تھے اور وہ خاموش نظروں سے نیچے کھڑے سپاہیوں کو تک رہا تھا۔ سالار کچھ حیران ضرور ہوا۔ پھر اُس نے چلا کر کہا۔

"چلو چلیں، صبح آ کر اس کی لاش دیکھیں گے۔ کل اِس کی لاش کو گِدھ کھا رہے ہوں گے۔"

اور وہ لوگ قہقہے لگاتے وہاں سے چلے گئے۔ عنبر تختے پر لٹکا ہوا اکیلا رہ گیا۔ شام گہری ہو گئی۔ رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا۔ نینوا کی ویران بستی میں تاریکی چھا گئی۔ کہیں کہیں زیتون کے تیل کے دِیئوں کی روشنیاں ٹمٹمانے لگیں۔ آسمان تاروں سے بھر گیا۔ عنبر کو تکلیف صرف اتنی ہو رہی تھی کہ وہ تختے کے ساتھ لگا تھک گیا تھا۔

رات آہستہ آہستہ گزرنے لگی اور عنبر پر غنودگی چھانے لگی۔ وہ مر نہیں سکتا تھا۔ اُسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔

اس کی آنکھ کھلی تو آسمان پر سورج کا اجالا پھیل رہا تھا۔ پھر مشرق سے سورج نکل آیا اور چاروں طرف اس کی روشنی پھیل گئی۔ اس کے سر پر دو تین گدھ منڈلا رہے تھے۔ مگر اُسے زندہ دیکھ کر اُسے کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ ٹیلے پر کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر اُسے لوگوں کے قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں اور دوسرے ہی لمحے اُسے سالار اپنے سپاہیوں کے ساتھ ٹیلے پر چڑھتا دکھائی دیا۔ عنبر بڑے غور سے اُسے قریب آتا دیکھنے لگا۔ سالار اور دوسرے سپاہیوں کو یقین تھا کہ تختے پر رات بھر کا لٹکا ہوا عنبر مر چکا ہو گا اور اس کا گوشت گدھ نوچ نوچ کر کھا رہے ہوں گے۔ لیکن جب وہ اس تختے کے نزدیک آیا جس پر لوہے کے کیلوں کے ساتھ عنبر لٹکا ہوا تھا تو دہشت سے اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ

گئیں۔

عنبر زندہ تھا اور تختے پر لٹکا بڑے سکون کے ساتھ سپاہیوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا جسم پوری طرح تندرست تھا۔ خون کا ایک قطرہ تک زخموں سے نہ بہا تھا اور گدھ بھی اُس سے دور دور منڈلا رہے تھے۔

عنبر نے آواز دے کر کہا:

''اے سالار! اگر تو قیامت تک بھی مجھے اِس تختے پر لٹکائے رکھے گا تو میں نہ مر سکوں گا۔ تم مر جاؤ گے۔ تمہاری آنے والی نسلیں بوڑھی ہو کر مر جائیں گی مگر میں زندہ رہوں گا۔ مجھے تختے سے نیچے اُتار کر پہچان کہ میں کون ہوں۔''

سالار دم بخود پتھر بنا عنبر کو دیکھ رہا تھا۔ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں تھا کہ رات بھر تختے پر لٹکے رہنے کے بعد انسان صبح کو زندہ بچا ہو۔ مگر عنبر اُس کے سامنے زندہ تھا بلکہ پوری طرح تندرست تھا اور اُسے درد کا

کوئی احساس تک نہ تھا۔ اُس نے گھبرا کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ عنبر کو تختے پر سے اتار لیا جائے۔ سپاہیوں نے اُسی وقت عنبر کو نیچے اتار کر اُس کی ہتھیلیوں اور پاؤں میں ٹھکے ہوئے کیل نکال لیے۔ وہ یہ دیکھ کر اور زیادہ دہشت زدہ ہو گئے کہ کیلوں کے باہر نکلتے ہی ہتھیلیوں اور پاؤں کے زخم اپنے آپ بند ہو کر مل گئے۔

نینوا سے فرار

وحشی سپاہیوں کے لیے یہ ایک حیرت انگیز کرامات تھی۔

عنبر تختے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پوری طرح صحت مند اور تندرست تھا۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک آدمی رات بھر تختے پر کیلوں سے ٹھکے رہنے کے بعد صبح بھلا چنگا اُٹھ کھڑا ہو گا۔ سالار نے دل میں ایک طرح کا خوف سا لیے عنبر سے پوچھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور کس طرح زندہ ہے؟ عنبر نے مُسکرا کر کہا:

"یہ میں تم لوگوں کو نہیں بتا سکتا۔ برائے مہربانی میرا راستہ چھوڑ دیں اور مجھے اپنے گھر جانے دیں۔"

سالار نے کہا:

"جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم زندہ کس طرح ہوئے ہم تمہیں رہا نہیں کریں گے۔ اِس لیے کہ تم ڈاکو ہو اور ڈاکو کی سزا موت ہے۔"

عنبر نے کہا:

"کیا تم ایک بار پھر کوئی کرامت دیکھنا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایک بار پھر تم احمق جانوروں کی طرح میری طرف دیکھتے رہو اور حیران ہوتے رہو کہ میں زندہ کیسے رہا؟"

سالار غصے میں آ کر بولا:

"زبان قابو میں رکھو نوجوان' اس دفعہ میں تمہیں وہ سزا دوں گا جس سے تم بچ نہ سکو گے۔"

اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ عنبر کو زہریلے سیاہ سانپوں کے گڑھے میں پھینک دیا جائے۔ سپاہیوں نے ڈرتے ڈرتے عنبر کو زنجیروں میں جکڑ دیا اور اُسے لے کر ایک پُرانے اجڑے ہوئے باغ میں آ گئے۔ اس باغ میں انجیر کے درختوں تلے ایک گڑھا کھدا ہوا تھا۔ اِس گڑھے کے اُوپر جالی دار ڈھکنا پڑا تھا۔ گڑھے میں بے شمار

کالے سانپ پھن اٹھائے پھنکاریں مار رہے تھے۔ اُن کو دیکھ کر ہی انسان کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ سالار نے حکم دیا:

"اسے گڑھے میں پھینک دو۔"

ایک سپاہی نے جالی دار ڈھکنا الگ کر دیا اور دوسرے سپاہیوں نے عنبر کو اٹھا کر گڑھے میں پھینک دیا۔ وہ سب مزے سے جالی دار ڈھکنے میں سے عنبر کے مرنے اور سانپوں کے ڈسنے کا تماشہ دیکھنے لگے۔ اُن کا خیال تھا کہ عنبر کو ایک ایک کر کے تمام سانپ کاٹیں گے۔ اس کا جسم زہر سے نیلا پڑ جائے گا اور وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔

گڑھے میں عنبر سانپوں کے اوپر گرا۔ سانپ بپھر گئے۔ انہوں نے پھن اٹھا کر بڑی تیزی اور غضب کے عالم میں عنبر کو ڈسنا شروع کر دیا۔ اب ایسا ہوا کہ جو بھی سانپ عنبر کو ڈستا وہ تڑپ کر ایک طرف گرتا

اور تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ دیکھتے دیکھتے سارے کے سارے سانپ مر گئے۔ یہ سانپ بڑے قیمتی تھے۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ سالار نے حکم دیا کہ عنبر کو قید خانے میں ڈال دیا جائے۔

"کل صبح اس کو آگ میں جلا کر بھسم کر دیا جائے گا۔"

سپاہیوں نے عنبر کو زنجیروں میں جکڑا اور اُسے قید خانے کی طرف لے گئے۔

عنبر کو اس سارے کھیل میں ایک ہی پریشانی ہو رہی تھی کہ اس کا وقت ضائع ہو رہا تھا۔ وہ شہزادے ماروت کو جلد از جلد یہاں سے اغوا کر کے لے جانا چاہتا تھا۔ مگر ان سپاہیوں نے اس کے سفر میں روڑے اٹکانے شروع کر دیے تھے۔ وہ قید خانے کے فرش پر بیٹھا وہاں سے رہائی حاصل کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ جیل کا دروازہ کھلا اور پہریدار نے مٹی کے برتن میں دودھ لا کر اس کے آگے

رکھ دیا۔ عنبر نے پوچھا کہ یہ دودھ کس نے بھیجا ہے! کیوں کہ جیل میں تو قیدی کو سوائے سوکھی جَو کی روٹی اور سادہ نمکین پانی کے اور کچھ نہیں دیا جاتا۔ پہریدار نے کہا:

"یہ میں اپنے حصے سے آپ کے لیے لایا ہوں۔ آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ اسے پی لیجیے۔ آپ کے بدن کو طاقت ملے گی۔"

عنبر سمجھ گیا کہ پہریدار پر اُس کا بہت زیادہ اثر ہو گیا ہے۔ اُس نے سوچا کہ اس اثر سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اُس نے دودھ لے کر پی لیا اور خالی برتن پہریدار کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"تمہیں معلوم ہے، میں کون ہوں؟"

پہریدار نے ادب سے جواب دیا:

"آپ ایک آسمانی انسان معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ پر موت اپنا اثر نہیں کر سکی۔"

عنبر نے جھوٹ موٹ رُعب کے ساتھ کہا:

''اے شاہِ بابل کے سپاہی! میری بات غور سے سن! میں ایک آسمانی دیوتا ہوں۔ تمہارا سالار چاہے کچھ کرلے۔ وہ مجھے ہلاک نہیں کرسکتا۔ میں ابھی تک خاموش ہوں۔ اگر میں غضب میں آگیا تو تم سب لوگ ہلاک کردیے جاؤ گے۔ لیکن میں نیکی کا دیوتا ہوں۔ میں تم لوگوں کو جان سے نہیں مارنا چاہتا۔ ہاں اگر تم میرا ایک کام کرو تو میں تمہیں ہمیشہ کی زندگی عطا کردوں گا۔''

پہریدار نے جھک کر سجدہ کیا اور بولا:

''اے آسمانی دیوتا! مجھے بتائیں میں آپ کے لیے کیا کروں؟''

عنبر نے کہا:

''مجھے یہاں سے نکل جانے دو۔ مجھے آج رات آسمان پر پہنچ کر دیوتاؤں سے ایک ضروری مشورہ کرنا ہے۔ اگر تم نے مجھے رہا کردیا تو

تم میری طرح کبھی نہ مر سکو گے۔"

پہریدار سوچ میں پڑ گیا۔ وہ عنبر کی آسمانی طاقت سے خوفزدہ بھی تھا۔ مگر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر اس نے عنبر کو رہا کر دیا تو سالار اس کی گردن اڑا دے گا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"اے مقدس دیوتا! اگر میں نے تمہیں یہاں سے نکال دیا تو سالار مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔"

عنبر نے کہا:

"پھر تم بھی میرے ساتھ ہی یہاں سے فرار ہو جاؤ۔"

"نہیں نہیں میرے آقا! میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔۔۔ شاہ بابل کے سپاہی میرے بال بچوں کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر بھسم کر دیں گے۔"

عنبر سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ پہریدار کو مصیبت میں گرفتار کروانا

نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے کہا:

''اچھا' تم ایسا کرو کہ سالار کو بلاؤ۔ اُسے کہو کہ قیدی مر رہا ہے۔''

سپاہی یہ سن کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سالار کو ساتھ لے کر آیا۔

سالار نے عنبر کو دیکھ کر پوچھا:

''کیا اب تمہیں ہوش آ گیا؟ تمہیں علم ہو گیا ہو گا کہ سالار کے انتقام سے دنیا کا کوئی انسان نہیں بچ سکتا۔''

اب عنبر نے اپنی ایک کرامت آزمانے کا فیصلہ کیا۔ اُس نے زمین پر پڑی ہوئی رسّی اٹھائی اور سالار کی طرف اچھال دیا۔ رسی اچھل کر سالار کے قدموں میں گری اور ایکدم بہت بڑے اژدہا کی شکل اختیار کر گئی۔ اس سے پہلے کہ سالار اپنا بچاؤ کر سکتا اژدہا نے سالار کے جسم کو بُری طرح لپیٹ لیا۔ سالار کا دم گھٹنے لگا۔ عنبر نے کہا:

''اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو سپاہی کو حکم دو کہ دروازہ کھول دے۔''

سالار کی جان سخت مصیبت میں مبتلا تھی۔ اژدہا اُس کے جسم کے اردگرد بُری طرح بل ڈال رہا تھا اور اُس کا سانس گھٹنے لگا تھا۔

اُس نے لپک کے قید خانے کا دروازہ کھول دیا۔ عنبر جھٹ باہر نکل آیا۔

"سالار تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ میں بے گناہ تھا۔ بے گناہ کو سزا دینا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اب میں جا رہا ہوں اور تمہاری ساری فوج بھی اگر چاہے تو مجھے دوبارا گرفتار نہیں کر سکتی۔ جو کوئی بھی میرے تعاقب میں آیا اُسے یہ سانپ ہلاک کر دے گا۔"

عنبر چلنے لگا تو سالار نے چیخ کر کہا:

"دیوتاؤں کے لیے مجھے اِس سانپ کی مصیبت سے نجات دلاتے جاؤ۔"

عنبر نے کہا کہ جب وہ شہر سے باہر نکل جائے گا تو سانپ اپنے

آپ دوبارا رسی میں تبدیل ہو جائے گا۔ اتنا کہہ کر عنبر وہاں سے فرار ہو گیا۔ قید خانے کے بڑے دروازے پر آ کر اس نے ایک گھوڑا کھولا اور اس پر سوار ہو کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ کافی دور چلا گیا تو سالار کے جسم کے گرد لپٹا ہوا بڑا سانپ اپنے آپ رسی میں بدل گیا۔ سانپ کے پھندے سے آزاد ہوتے ہی ضدی سالار نے حکم دیا۔

''قیدی کو فوراً گرفتار کیا جائے۔ اس کا پیچھا کرو اور زنجیروں میں جکڑ کر میرے سامنے لاؤ۔''

سپاہی بادل نخواستہ گھوڑوں پر سوار ہو کر عنبر کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

بوڑھا شہد فروش اپنے مکان کی چھت پر سو رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ وہ اتر کر نیچے آیا۔ اس نے پوچھا کہ باہر کون

ہے؟ عنبر نے کہا:

"میں ہوں بابا! اجنبی حکیم۔"

"تم کہاں غائب رہے؟" بوڑھے شہد فروش نے دروازہ کھول دیا۔

عنبر نے بوڑھے کو ساری کہانی شروع سے آخر تک سنانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس نے صرف اتنا کہا کہ وہ راستہ بھول کر ایک گاؤں میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے وہ اب آرہا ہے۔ بوڑھا شہد فروش بڑا حیران ہوا۔

"تم نے کمال کر دیا۔ میں کل رات بھر تمہاری راہ دیکھتا رہا مگر اب تمہیں میرا گھر کیسے ملا؟"

"بس میں اندازے سے بھٹکتا ہوا ادھر آ نکلا اور مجھے تمہارا گھر مل گیا۔

عنبر بے حد تھکا ہوا تھا۔ وہ خشک گھاس پر اونٹ کی کھال بچھا کر

لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اس گھر سے جلد از جلد نکل کر غار میں

شہزادے ماروت سے ملاقات کرنی چاہیے تاکہ اُس کے فرار کا

منصوبہ تیار کر کے اس پر عمل کیا جائے۔ یہی سوچتے سوچتے اُسے نیند

آگئی اور وہ سو گیا۔

صبح اٹھ کر اُس نے منہ ہاتھ دھویا۔ بوڑھا اپنی دکان پر آ کر بیٹھ گیا

اور عنبر اُس کے آگے یہ بہانہ بنا کر وہاں سے روانہ ہو گیا کہ وہ

پہاڑوں اور صحرا میں دواؤں کے لیے جڑی بوٹیاں تلاش کرنے جا رہا

ہے۔ وہ سیدھا شہر سے نکل کر ٹیلے کے غار کی طرف آ گیا۔ غار کا منہ

جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھ کر جھاڑیوں کو ایک

طرف کیا اور چپکے سے غار کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ غار کے اندر چلتا

رہا اور اس مقام پر آ گیا جہاں راستے میں بڑا سا پتھر پڑا تھا۔ اس نے

لوہے کے ٹکڑے سے پتھر کو چار مرتبہ بجایا۔ پہلے روز کی طرح غار میں دور سے روشنی ہوئی اور حبشی غلام جانو مشعل ہاتھ میں لیے وہاں آ گیا۔

اس نے عنبر کو دیکھا تو اُسے ساتھ لے کر غار کے بڑے کمرے میں آ گیا۔ شہزادہ زمین پر لیٹا تھا۔ اُس کا بخار بھی غائب تھا اور پہلے سے بہتر حالت میں تھا۔

عنبر نے جھک کر زخم پر سے پٹی اتاری۔ زخم کو گرم پانی سے دھویا۔ اُس میں تازہ دوائی بھری اور پٹی کر دی۔ جتنی دیر وہ پٹی کرتا رہا۔ حبشی غلام اُس کی طرف غور سے دیکھتا رہا۔ جب وہ پٹی کر چکا تو ایکدم حبشی غلام نے پوچھا:

"سچ سچ بتاؤ اے نوجوان کہ تم کون ہو اور تمہیں کس نے یہاں بھیجا ہے؟ اگر تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو یہاں تمہاری لاش دفن کر دی جائے گی اور قیامت تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔"

عنبر حبشی غلام کی وفاداری اور احساس ذمے داری سے بڑا خوش ہوا۔ اُس نے مسکرا کر حانو کی طرف دیکھا اور کہا:

"میں خوش ہوں کہ تم شہزادے کے اتنے وفادار ہو اور تمہیں اس کی سلامتی کا اس قدر خیال ہے کہ تم اُس شخص پر بھی شک کرنے لگے ہو جو کہ اس کی تیمارداری کر رہا ہے۔"

"یہ میرا فرض ہے اور میں اسے مرتے دم تک نبھاؤں گا۔"

عنبر نے کہا:

"ملکہ نینوا کا بھی یہی خیال تھا۔"

"ملکہ......؟"

عنبر کے اس جملے پر شہزادے نے چونک کر عنبر سے پوچھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے عنبر نے کہا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اُسے غور سے سنو۔ اِس کے بعد عنبر نے ملک افریقہ سے اپنے فرار کے بعد سے لے کر شہر

بابل میں داخل ہو کر حویلی میں رات گزارنے اور ملکہ کے بین سن کر اُس سے ملاقات کرنے تک سارے واقعات حبشی غلام اور شہزادے کو سنا دیے۔ یہ سن کر شہزادے کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا کہ اس کی ملکہ والدہ زندہ ہے اور اس کی یاد میں سوگوار ہے۔

''دیوتا کے لیے مجھے میری والدہ کے پاس لے چلو۔'' شہزادے نے بے تاب ہو کر کہا۔

''شہزادے سلامت، میں اسی مقصد کے لیے یہاں آیا ہوں کہ آپ کو نہ صرف اپنی والدہ سے ملوا دوں بلکہ آپ کا کھویا ہوا تخت حاصل کرنے میں بھی آپ کی مدد کروں۔ مگر اس کے لیے ہمیں بہر سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہو گا۔''

حبشی غلام کو بھی عنبر پر اب اعتبار آ گیا تھا۔ اُس نے کہا:

''کیا ملکہ عالیہ مجھے بھی یاد کرتی تھیں؟''

"ملکہ عالیہ کو تم پر بہت بھروسہ ہے۔ انہیں یقین ہے کہ تم بڑی وفاداری اور جانفشانی سے شہزادے کی حفاظت کر رہے ہو گے۔"

حبشی غلام بہت خوش ہوا اور بولا:

"جب تک شہزادے کا زخم ٹھیک نہیں ہو جاتا۔ ہم اس غار سے باہر نہیں نکل سکتے۔ شہزادے کو زخمی حالت میں یہاں سے نکالنا بہت خطرناک ہو گا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں شہزادے کے تندرست ہونے کا انتظار کرنا ہو گا"

"تمہارے خیال میں شہزادے کا زخم کتنے دنوں تک اچھا ہو جائے گا؟"

"ابھی دو ہفتے اور لگیں گے زخم کے بھرنے میں۔"

شہزادے نے پریشان ہو کر کہا:

”میں اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتا۔ اُڑ کر اپنی والدہ کے پاس پہنچ جانا چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے شہزادہ سلامت، ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اس غار سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ مگر آپ کا زخمی حالت میں سفر کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بخت نصر کے سپاہی آپ کی اور میری تلاش میں چاروں طرف پھر رہے ہیں۔ ہمیں دو ہفتے تک یہیں رہنا ہوگا۔“

عنبر شہزادے کو دوا پلا کر واپس شہر آ گیا۔

دوسرے روز بھی وہ غار میں شہزادے کی پٹی بدلنے گیا۔ شہزادہ سو رہا تھا۔ اُس کی حالت پہلے سے بہتر تھی۔ حبشی غلام پتھر کی سل پر ایک دوائی رگڑ رہا تھا۔ وہ عنبر سے باتیں کرنے لگا۔

”بخت نصر نے بڑا ظلم کیا۔ شاہی خاندان کو قتل کر دیا گیا۔ اگر میں

شہزادے کو بچا کر نہ لاتا تو شہزادہ بھی زخم کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گیا ہوتا۔"

عنبر نے حبشی غلام سے پوچھا کہ ملکہ کے وفادار سپہ سالار زرکسیر کا ملک یمن میں کیسے پتا چل سکتا ہے؟

غلام نے کہا کہ یمن میں اس کا ایک پچا رہتا ہے۔ وہ شہزادے کو لے کر اس کے پاس جا کر پناہ حاصل کریں گے۔ ملک یمن غیر جانب دار ہے اور بخت نصر نے بھی اس پر حملہ نہیں کیا۔

"اگر اس نے یمن پر حملہ کر دیا تو ہم یمن کی فوجوں کے ساتھ مل کر بخت نصر کا مقابلہ کریں گے۔"

غلام نے مسکرا کر کہا:

"ہم دونوں اکیلے سپہ سالار زرکسیر کی تھوڑی سی فوج کے ساتھ شاہ بابل کی اتنی بڑی فوج کا کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں؟"

غلام کو عنبر کی پوشیدہ طاقتوں کا علم نہیں تھا۔ عنبر نے بھی اُسے وقت سے پہلے کچھ بتانا مناسب خیال نہ کیا۔ اس نے صرف یہی کہا کہ یمن میں چل کر اُس کے چچا کے ہاں ٹھہریں گے اور پھر جیسے حالات ہوں گے۔ ویسے کریں گے۔

غلام نے کہا:

''سب سے مشکل کام ملکہ کو بابل شہر سے اغوا کر کے یمن میں لانا ہے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم بخت نصر کی فوجوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ملکہ کو وہاں سے بھگا سکو گے؟''

''میں کوشش کروں گا اور اگر رب عظیم کی مدد شامل حال رہی تو ملکہ کو قید سے نکالنے اور شہزادے سے ملانے میں ضرور کامیاب ہوں گا۔''

حبشی غلام کو عنبر پر شک تھا کہ شاید اکیلا وہ ایسا نہ کر سکے۔ اُس نے

کہا کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار ہے۔

عنبر نے کہا:

"یہ وقت آنے پر فیصلہ کریں گے۔"

اتنے میں شہزادے کو ہوش آ گیا۔ وہ عنبر کو دیکھ کر مسکرایا۔ وہ بڑی تیزی سے صحت یاب ہو رہا تھا۔ عنبر نے پٹی کھول کر زخم دیکھا۔ زخم کافی بھر چکا تھا۔ اس نے دوائی لگا کر نئی پٹی باندھی۔ اُسے دوائی پلائی اور شہر آ گیا۔ اُس نے بوڑھے شہد فروش کو بتایا کہ شہزادہ روبہ صحت ہے۔ اُس نے شہزادے کو وہاں سے فرار کر کے لے جانے کے بارے میں بوڑھے کو کچھ نہ بتایا۔ اُس نے حبشی غلام اور شہزادے کو بھی منع کر دیا تھا کہ اس سلسلے میں پوری رازداری سے کام لیا جائے اور بوڑھے شہد فروش کو کسی قسم کی کوئی بات نہ بتائی جائے۔ عنبر ہر روز چوری چھپے غار میں جا کر شہزادے کا علاج کرتا رہا۔ پندرہ روز گزر

گئے۔ اِس اثنا میں شہزادے کا زخم بالکل اچھا ہو گیا اور وہ غار میں چلنے پھرنے لگا۔ اب وہ اس منصوبے پر غور کرنے لگے کہ وہاں سے فرار کِس طرح ہوا جائے؟

کافی سوچ بچار کے بعد انھوں نے فیصلہ کیا کہ کسی رات کو سوداگروں کے لباس میں غار سے نکل کے ملک یمن کا رُخ کیا جائے۔ حبشی غلام کا خیال تھا کہ شہزادے کو کہیں سپاہی پہچان نہ لیں اس لیے اُسے کپڑوں کے گٹھڑ ے میں لپیٹ کر گھوڑے پر ڈال دیا جائے تو بہتر ہو گا۔ عنبر کو بھی یہ خیال پسند آیا۔ اس نے کہا کہ وہ کل شہر جا کر کچھ کپڑے خرید لائے گا جنھیں پہن کر وہ وہاں سے فرار ہو جائیں گے۔ عنبر واپس گھر آ گیا۔ فرار کے بارے میں اس نے بوڑھے شہد فروش کو کچھ نہ بتایا۔ دن بھر وہ شہر کی بچی کھچی مختلف دکانوں پر پھر کر کپڑا اور دوسرا سامان وغیرہ خریدتا رہا۔ اس نے دو خچر بھی خریدے جن پر

سامان لادا جاتا تھا۔

یہ سارا سامان خچروں پر رکھ کر وہ شام کے وقت غار میں آ گیا۔

آج رات کے پچھلے پہر وہ وہاں سے نکل جانا چاہتے تھے۔ کیوں کہ سوداگر اُن دنوں عام طور پر منہ اندھیرے سفر کیا کرتے تھے۔ ساری رات وہ تیاریاں کرتے رہے۔ حبشی غلام اور عنبر نے سوداگروں کا بھیس بدل لیا۔ شہزادے کے لیے انہوں نے ریشمی کپڑے کے تھان الگ رکھ دیے۔ ان ریشمی تھانوں میں شہزادے کو لپیٹ کر خچر پر رکھ دینا تھا۔ رات انہوں نے جاگ کر گزاری' منہ اندھیرے انہوں نے ریشمی تھان کھول کر شہزادے کو اس میں اس طرح لپیٹا کہ اُسے سانس باقاعدہ آتا رہے اور اس کا دم نہ گھٹنے پائے۔ پھر انہوں نے بڑی احتیاط سے شہزادے کو اٹھا کر خچر پر لادا اور چپکے سے غار سے باہر نکل آئے۔ باہر آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے اور مشرق میں نیلی

جھلکیاں نمودار ہونے لگی تھیں۔

یمن کا سفر

نینوا کا ویران شہر پچھلے پہر کے دھندلکے میں سو رہا تھا۔

کچھ گھروں میں دور چراغوں کی روشنی ٹمٹمارہی تھی۔ حبشی غلام جانو اور عنبر ریشمی تھان میں لپٹے ہوئے شہزادے ماروت کو خچر پر لادے شہر سے باہر ہی باہر آگے بڑھ رہے تھے۔ جتنی جلدی ہو سکے وہ نینوا شہر سے دور ہو جانا چاہتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے پہلے اس ملک کی سرحد عبور کر جائیں۔ جس کی زمین شاہی خون کی پیاسی ہو رہی تھی اور جہاں قدم قدم پر شاہ بابل کے سپاہی شہزادے ماروت کی تلاش میں چوکنے ہو کر کھڑے تھے۔ جانو اور عنبر خاموشی سے سفر کر رہے تھے۔ اُس وقت دونوں ایک ہی خیال سے پریشان تھے کہ کہیں راستے میں کوئی سپاہی نہ مل جائے۔ اس کے علاوہ سب سے بڑا خطرہ انہیں ملک کی سرحد عبور کرتے وقت تھا۔ کیونکہ سرحدوں پر سخت

نصر کے سپاہی چوکیاں بنا کے بیٹھے ہر آنے جانے کی پڑتال کر رہے تھے۔

اس طرح خاموشی سے سفر کرتے ہوئے وہ شہر کی ٹوٹی ہوئی فصیل سے کافی دور نکل آئے۔ انہیں راستے میں ایک بھی گشت کرتا ہوا سپاہی نہ ملا۔ ایک جگہ پہنچ کر انہوں نے ریشمی تھان کا منہ کھول کر شہزادے کو تازہ ہوا دی اور تالاب کا ٹھنڈا پانی پلایا۔ شہزادے نے پوچھا:

”ابھی سرحد کتنی دور ہے جانو؟“

”شہزادہ سلامت! ہم تھوڑی دیر میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ جب تک آپ کا غلام زندہ ہے آپ کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔“

عنبر حبشی غلام کی وفا شعاری اور جانثاری پر خوش بھی تھا اور افسوس بھی کر رہا تھا، کیونکہ سپاہیوں سے مقابلے کی صورت میں حبشی غلام

سوائے اِس کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کہ تلوار نکال کر لڑائی کرے اور دو ایک سپاہیوں کو زخمی کر کے خود بھی ہلاک ہو جائے اور یوں شہزادے کو دشمنوں کے حوالے کر دے۔ اِس کے برعکس عنبر سوچ رہا تھا کہ وہ سپاہیوں سے مڈبھیڑ ہونے کی صورت میں کون سی ایسی چال چلے گا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹنے پائے۔ بہر حال وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔

آسمان پر اب ستاروں کی چمک ماند پڑنے لگی تھی اور مشرق کی طرف سورج کی روشنی نے اُبھرنا شروع کر دیا تھا۔ ملک نینوا کی آخری سرحد قریب آ رہی تھی۔ جُوں جُوں وہ سرحد کے قریب پہنچ رہے تھے۔ انہیں کئی قسم کے اندیشے گھیرنے لگے تھے۔ عنبر گہری سوچ میں تھا۔ جانو خچر کے پیچھے چل رہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"سرحد پر تمہیں غلام بن جانا ہوگا۔ سپاہی لاکھ تم سے بات کریں تم صرف غوں غاں ہی کرتے رہنا۔ خبردار! کسی حالت میں بھی کوئی لفظ زبان سے مت نکالنا۔"

"ایسا ہی ہوگا۔"

آخر وہ سرحد پر پہنچ گئے۔ انہوں نے پہلے تو بڑی کوشش کی کہ دو چوکیوں کے درمیانی فاصلے پر سے سرحد عبور کر جائیں۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ سپاہیوں کے دستے برابر گشت کر رہے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ انہیں مجبور ہو کر ایک چوکی پر پڑتال کے لیے رکنا پڑا۔ پہریداروں کے پوچھنے پر کہ وہ کون ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ عنبر نے بتایا کہ وہ بابل کا تاجر ہے اور نینوا میں اپنا مال فروخت کرنے آیا تھا اور اب واپس بابل شہر کو جا رہا ہے۔ ایک سپاہی نے حبشی غلام سے پوچھا کہ وہ کون ہے تو غلام نے ہاتھ کے اشاروں سے غوں غاں

کر کے ظاہر کرنے لگا کہ وہ گونگا ہے۔

عنبر نے انہیں بتایا کہ وہ اس کا غلام ہے اور گونگا ہے۔ وہ بات نہیں کر سکتا۔

سپاہی حبشی غلام کی حرکتیں دیکھ کر قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔ بلکہ انہوں نے اسے تنگ کرنا اور اس کے سر پر دھپ لگانے شروع کر دیے۔

موقع کی نزاکت کے آگے حبشی غلام سپاہیوں کی مار سہتا رہا اور کچھ نہ بولا' بلکہ الٹا بیوقوفوں کی طرح ہنستا رہا۔ عنبر دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ وہ سپاہیوں کی چوکی سے جلد از جلد گزر جائے۔ اُسے یہ بھی دھڑکا لگا تھا کہ اگر کسی سپاہی نے اس کا ریشمی تھان کھلوا کر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو وہ کیا کرے گا۔

آخر وہی ہوا جس کا اُسے ڈر تھا۔

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر خچر پر لدے ہوئے ریشم کے تھان کو

ہاتھ لگا کر دیکھا اور بولا:

"یہ تمہارا ہے یا اسے شہر سے لوٹ کر لائے ہو؟"

عنبر نے کہا وہ تھان اس کا ہے۔ وہ بہت سے ریشمی تھان لے کر شہر بابل سے آیا تھا۔ اُس نے سارے تھان فروخت کر دیے ہیں اور یہ بچا ہوا تھان واپس لیے جا رہا ہے۔ مگر سپاہی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"تم جھوٹ بکتے ہو۔ تم یہ ریشمی کپڑے کا تھان نینوا شہر سے لوٹ کر آ رہے ہو۔ اِسے یہیں رہنے دو۔ یہ تھان میں لوں گا۔ اِسے اُتار کر زمین پر رکھ دو اور چلے جاؤ۔"

عنبر کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ حبشی غلام بھی بے حد پریشان ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس احمق اور وحشی سپاہی کو کیسے سمجھائیں اور تھان لینے سے باز رکھیں۔ عنبر نے کہا:

”دیکھنے میں ایک غریب سوداگر ہوں اور منڈی کے آڑھتیوں سے قرض پر مال لے کر بیچتا ہوں۔ یہ مال میرا نہیں ہے بلکہ ایک آڑھتی کی امانت ہے جو مجھے بابل پہنچ کر اُسے واپس کرنی ہے۔ آپ کی مہربانی ہوگی یہ تھان مجھ سے نہ لیں۔ اِس کے بدلے میں آپ سونے کے سکے لے لیں۔“

سپاہی نے قہقہہ مار کر کہا:

”سونے کے سکے بھی لوں گا اور ریشمی کپڑے کا تھان بھی لوں گا۔“

سپاہی کی اس ضد پر عنبر اور حانو گھبرا گئے۔ ابھی وہ کچھ سوچنے نہ پائے تھے کہ سپاہی نے آگے بڑھ کر تھان اُتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اب عنبر صبر نہیں کرسکتا تھا، کیونکہ یہ شہزادے کی زندگی موت کا سوال تھا۔ اس نے فوراً مقدس درویش ناطول کی روح کو یاد کیا اور خنجر

پر لدے ہوئے ریشمی تھان پر پھونک ماری۔ سپاہی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔ اُسے ریشمی کپڑے کا تھان ایک شیر کی شکل میں نظر آیا۔ جو خچر پر بیٹھا اُس کی طرف دیکھ کر غرّا رہا تھا۔

"شیر! شیر!۔"

سپاہی چیختا ہوا چوکی کی طرف ایسا بھاگا کہ اُس نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ باقی سپاہی اس کی حماقت پر ہنسنے لگے۔

"پاگل ہو گیا ہے۔ اِسے خچر شیر نظر آ رہا ہے۔"

مگر سوائے عنبر کے اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ سپاہی سچا تھا۔ اُسے واقعی شیر نظر آ رہا تھا۔ سپاہیوں نے عنبر اور حبشی غلام سے کہا کہ وہ چلے جائیں۔ عنبر نے ربِ عظیم کا شکر ادا کیا اور جانو کے ساتھ خچر کو ہنکاتا ہوا سرحد پار کر گیا۔ سرحد کے دوسری طرف جاتے ہی اُن کی جان میں جان آئی اب انہوں نے بڑی تیزی سے سفر شروع کر دیا۔ وہ جتنی

جلدی ممکن ہو سکے نینوا کی سرحد سے دور ہو جانا چاہتے تھے۔ کافی دور
سفر کرنے کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب کوئی سپاہی ان کا پیچھا
نہیں کر سکتا تو وہ ایک جگہ مہندی کی جھاڑیوں کے سائے میں رُک
گئے۔ حبشی غلام نے کہا:
''ہم خطرے سے نکل آئے ہیں۔ شہزادے کو کپڑے کے تھان
سے باہر نکال لینا چاہیے۔''
''ہاں میرے خیال میں خطرہ ٹل گیا ہے۔''
انہوں نے تھان کھولا اور شہزادے کو باہر نکال لیا۔ بیچارہ کم سن
شہزادہ گھنٹہ بھر کپڑے کے تھان میں
لپٹے رہنے کے بعد ادھ موا ہو رہا تھا۔ وہ ریت پر چھاؤں میں لیٹ گیا
اور تازہ ہوا میں لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ جب اس کی طبیعت سنبھلی تو
اس نے پوچھا:

"شیر شیر کی آوازیں سپاہی نے کیوں نکالی تھیں؟ کیا وہاں کوئی شیر آ گیا تھا؟"

حبشی غلام نے مُسکرا کر کہا:

"یہ ہماری خوش نصیبی تھی شہزادہ سلامت کہ عین وقت پر سپاہی کا دماغ اُلٹ گیا اور وہ شیر آیا، شیر آیا کی آوازیں لگاتا ڈر کر بھاگ گیا؛ ورنہ وہ ریشمی تھان کھول دیتا اور ہم سب گرفتار کر لیے جاتے اور پھر جو حشر دشمن ہمارا کرتا وہ صاف ظاہر ہے۔"

عنبر نے کہا:

"واقعی سپاہی کا دماغ الٹ گیا تھا؛ ورنہ وہاں بھلا شیر کہاں آ سکتا تھا۔"

عنبر نے ان کو ہرگز نہ بتایا کہ یہ سب اس کے بزرگ اناطول کی روح کا کرشمہ تھا جس نے مشکل کے وقت اُن کی پوری پوری مدد کی

تھی۔ وہ اس راز کو راز ہی رکھنا چاہتا تھا۔ حبشی غلام نے کھانے کے لیے جو کی میٹھی روٹی اور انجیر کا مربہ نکالا جو انہوں نے بڑے شوق سے کھایا اور چشمے کا ٹھنڈا پانی پی کر غور کرنے لگے کہ اب کس طرف کا رخ کیا جائے کہ وہ بڑی تیزی سے ملک یمن پہنچ جائیں۔ حبشی نے کہا:

"ہمیں دریائے فرات کے اوپر کی طرف سفر کرتے ہوئے ملک سمیریا کی جنوبی سرحدوں سے گزر کر آگے بڑھنا ہوگا۔ یہ سب سے آسان راستہ ہے۔ اس راستے سے میں واقف ہوں۔ میں کئی بار اس راستے سے یمن گیا ہوں۔"

عنبر نے پوچھا:

"اگر ہم ساری رات اور دن کا کچھ حصہ سفر کرتے رہیں تو کب تک یمن پہنچ جائیں گے؟"

"میرا خیال ہے چھ روز میں پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے ہمیں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اپنا سفر شروع کر دینا چاہیے۔"

حبشی غلام نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں دشمن کے ملک کی سرحدوں کے قریب آرام نہیں کرنا چاہیے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم تیزی کے ساتھ دشمن کی سرحدوں سے دور نکل جائیں۔ اس لیے ہمیں ابھی اٹھ کر سفر شروع کر دینا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے شہزادہ سلامت آپ خچر پر بیٹھ جائیں۔"

"کاش ہمیں کہیں سے گھوڑے مل جاتے۔"

"یہاں سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک آزاد بستی ہے وہاں سے ہم گھوڑے خرید سکتے ہیں۔"

شہزادے کو خچر پر سوار کرا کر انہوں نے دریائے فرات سے اوپر

کی طرف سفر شروع کر دیا۔ دریا دس کوس سفر کرنے کے بعد ان سے بچھڑ گیا اور اب وہ اس آزاد بستی کے قریب پہنچ گئے جہاں سے انہوں نے گھوڑے خریدنے تھے۔ یہ بستی خانہ بدوش قسم کے لوگوں کی تھی جنہوں نے کسی خاص وجہ سے وہاں کئی سالوں سے ڈیرے جما رکھے تھے۔ ان خانہ بدوش میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو جرائم پیشہ تھے۔ اکثر ڈاکے مارتے تھے اور مسافروں کا سامان اور گھوڑے لوٹ کر لے آتے تھے اور پھر انہیں بیچ کر گزارہ کرتے تھے۔

حبشی غلام جانو ان لوگوں کی بُری عادتوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو سونے کے عوض شاہ بابل کی مخبری کرتے تھے۔ حبشی غلام نے خاص طور پر ایسے مخبروں سے خبردار رہنے کی ہدایت کی۔ وہ بستی میں داخل ہو کر ایک کاروان سرائے میں آ گئے۔ انہوں نے سرائے کے مالک کو سونے کے کچھ سکے دیے جس

کے عوض انہوں نے کھانا کھایا اور ریشمی تھان فروخت کر دیا۔ پھر انہوں نے مالک سے کہا کہ وہ تین عمدہ نسل کے گھوڑے خریدنا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا:

''میں آپ کو گھوڑوں کے سوداگر کے مکان میں لے جاتا ہوں اس سے آپ اپنی پسند کے گھوڑے خرید سکتے ہیں۔''

عنبر نے کہا:

''وہ مکان کتنی دور واقع ہے؟''

''ساتھ والے بازار میں ہی ہے۔''

سرائے کا مالک ان تینوں کو ساتھ لے کر گھوڑوں کے سوداگر کی چھوٹی سی پکی حویلی میں آ گیا۔ سوداگر گھنگھریالے سیاہ بالوں والا ایک ڈاکو قسم کا آدمی تھا جس کے دائیں گال پر تلوار کے لمبے اور گہرے زخم کا نشان تھا۔ سرائے کے مالک نے کہا کہ یہ مسافر کپڑے کے

سوداگر ہیں اور تین گھوڑے خریدنا چاہتے ہیں۔ سوداگر نے عنبر، جانو اور شہزادے کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور کہا:

"تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"ہم ملک افریقہ کے رہنے والے ہیں۔ تجارت کرنے ملک نینوا گئے تھے۔ وہاں مال بیچ کر واپس آ رہے تھے کہ سرحد پر ڈاکوؤں نے ان کے گھوڑے چھین لیے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے گھوڑے خرید کر اپنے وطن واپس چلے جائیں۔"

"سوداگر نے بڑی مکاری ہنسی کے ساتھ کہا:

"مگر جس راستے پر تم سفر کر رہے ہو وہ تو افریقہ کی بجائے ملک یمن کو جاتا ہے۔"

عنبر نے جھٹ کہا:

"ہم چاہتے ہیں کہ یمن سے کچھ موتی اور گرم مصالحہ خرید کر اپنے دیس ساتھ لے جائیں۔"

"بہت خوب، یہ لڑکا کون ہے؟" سوداگر نے شہزادے کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"یہ۔۔۔ یہ میرا بیٹا ہے۔" عنبر نے جھٹ کہا۔

"مگر اس کی سیاہ آنکھیں اور سفید رنگت صاف بتا رہی ہے کہ یہ کسی امیر کا بیٹا ہے بلکہ کسی ملک کے بادشاہ کا بیٹا ہے۔"

عنبر اور جانو گھبرا گئے۔ کم بخت سوداگر نے صحیح اندازہ لگایا تھا۔ حبشی غلام کو اچانک خیال آیا کہ یہ شخص کہیں شاہ بابل بخت نصر کا مخبر ہی نہ ہو۔ اس نے فوراً کہا:

"یہ اپنے باپ کے ساتھ کافی عرصہ پہاڑی مقام پر رہا ہے اس وجہ سے رنگت گوری ہو گئی ہے۔"

عنبر نے جھٹ ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا:

”جی ہاں، ورنہ ہم غریبوں کا رنگ سفید کیسے ہو سکتا ہے اور پھر میرے بیٹے کی قسمت میں کسی بادشاہ کا بیٹا ہونا کہاں۔“

سوداگر ہنس کر بولا:

”ارے آپ لوگ تو میرے باتوں کو سچ سمجھ بیٹھے۔ میں تو آپ لوگوں سے مذاق کر رہا تھا۔ بھلا کیا مجھے معلوم نہیں کہ کسی ملک کے بادشاہ کا بیٹا اس طرح خچر پر سفر نہیں کر سکتا۔“

عنبر نے بھی ہنس کر کہا:

”یہی تو میں بھی حیران تھا کہ آپ جیسا عقل مند سیانا آدمی اس قسم کی باتیں کیونکر سوچ سکتا ہے؟ اچھا اب یہ بتائیے کہ آپ ہمیں گھوڑے کس وقت دیں گے۔ اس لیے کہ ہم جلد سفر پر روانہ ہو جانا چاہتے ہیں۔ نینوا میں ہمارا پہلے ہی کافی نقصان ہو چکا ہے۔“

سوداگر نے کہا:

"آپ کل صبح یہاں تشریف لائیں۔ گھوڑے آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ یہیں قیمت بھی طے ہو جائے گی۔"

ساری باتیں طے کر کے کل کا وعدہ لے کر عنبر' جانو اور شہزادہ ماروت واپس کارواں سرائے میں آ گئے۔ وہ اس بستی میں رات بسر کرنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر انہیں مجبوراً وہاں رات بسر کرنی پڑ گئی تھی۔

جانو نے کہا:

"مجھے یہ گھوڑوں کا سوداگر بڑا خطرناک آدمی لگتا ہے۔ مجھے اس کی باتوں سے مخبری کی بو آتی ہے۔ کس مکاری سے اس نے شہزادے کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ تو کسی بادشاہ کا بیٹا معلوم ہوتا ہے۔"

عنبر نے حبشی غلام کی تائید کرتے ہوئے کہا:

"تمہارا شک بے جا نہیں۔ ہمیں اس سے ہوشیار رہنا ہوگا۔"

شہزادے نے کہا:

"اگر ایسی بات ہے تو ہمیں گھوڑوں کا خیال ترک کر کے ابھی اس بستی سے نکل جانا چاہیے۔"

نہیں شہزادہ سلامت' گھوڑوں کے بغیر ہم یمن تک کا سفر آسانی سے طے نہ کر سکیں گے۔ ہم صبح اس آدمی سے گھوڑے خریدتے ہی یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

انہی خطروں کا اظہار کرتے وہ سو گئے۔ صبح صبح اٹھ کر وہ سوداگر کی حویلی میں گئے۔ اس نے وعدے کے مطابق تین عربی نسل کے عمدہ گھوڑے تیار کر رکھے تھے۔ قیمت ادا کرنے کے بعد جب وہ گھوڑوں پر سوار ہونے لگے تو سوداگر نے بڑی مکار ہنسی کے ساتھ کہا:

"یمن کا راستہ خطروں سے بھرا پڑا ہے۔ احتیاط سے سفر کرنا دوستو۔"

عنبر نے کہا:

"آپ کا شکریہ۔"

اِس کے بعد وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آہستہ آہستہ بستی سے باہر آ گئے۔ باہر آتے ہی انہوں نے ایک طرف کو گھوڑے سرپٹ دوڑانے شروع کر دیے۔ دھوپ بڑی تیز تھی اور گرمی میں ریت انگاروں کی طرح تپ رہی تھی۔ دوپہر تک سفر کرنے کے بعد وہ تھک گئے اور ایک جگہ درختوں کے سائے دیکھ کر آرام کرنے کے لیے رک گئے۔ یہاں درختوں کے سائے میں ایک ٹیلہ تھا، جس کے پہلو میں ایک غار بنا ہوا تھا۔ تینوں اس غار کے اندر چلے گئے اور انہوں نے غار کا منہ جھاڑیوں سے بند کر دیا انہیں شام تک سونا تھا اور خطرہ تھا کہ کہیں سوداگر نے مخبری نہ کر دی ہو اور سپاہی ان کی تلاش میں نہ آ رہے ہوں۔

ابھی وہ سونے کی تیاریاں ہی کر رہے تھے کہ انہیں دور سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ ایکدم چوکنے ہو گئے۔ عنبر اور جانو نے غار سے باہر نکل کر ٹیلے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر دیکھا تو انہیں ذرا دور کچھ سپاہی آتے نظر آئے۔ ان کا فولادی خود اور زرہ بکتر دھوپ میں چمک رہا تھا۔ وہ جلدی سے واپس غار میں چھپ گئے اور اس کا منہ جھاڑیوں سے بند کر دیا۔ خطرہ ان کے سر پر منڈلانے لگا تھا۔ سپاہی وہاں آ کر رک گئے۔ انہوں نے چشمے پر سے گھوڑوں کو پانی پلایا اور باتیں کرنے لگے۔ عنبر اور جانو نے گھوڑوں کے سوداگر کی آواز صاف پہچان لی۔ وہ انہیں کہہ رہا تھا:

"ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ وہ آج ہی صبح مجھ سے گھوڑے خرید کر سفر پر روانہ ہوئے ہیں اور زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔"

ایک سپاہی نے کہا:

"فکر نہ کرو۔ہم انہیں بابل و نینوا کے ریت کے ٹیلوں کے اندر سے بھی نکال کر لے آئیں گے۔"

اتنا کہہ کر وہ گھوڑے دوڑاتے آگے نکل گئے تو گویا حبشی حانو کا اندازہ درست تھا۔سوداگر شاہ بابل کی فوج کا جاسوس تھا اور اس نے شہزادے کے فرار کی اطلاع کر دی تھی۔عنبر نے رب عظیم کا شکر ادا کیا کہ وہ غار کے اندر چھپے ہونے کی وجہ سے بچ گئے۔انہوں نے رات اسی غار میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔تاکہ سپاہیوں سے مڈبھیڑ ہونے کا بالکل ہی اندیشہ نہ رہے۔دوسرے روز وہ غار سے گھوڑوں سمیت باہر نکلے اور منہ اندھیرے ہی گھوڑوں پر سوار ہو کر بڑی تیز رفتاری کے ساتھ یمن کی طرف چل پڑے۔

اجنبی نقاب پوش

نینوا کی سرحدوں سے یمن کی سرحد چھ روز کے سفر پر تھی۔

وہ دن کا کچھ حصہ آرام کرتے جب کہ صحرا میں دھوپ بہت تیز ہوتی اور اس کے بعد شام پڑتے ہی دوبارہ سفر پر روانہ ہو جاتے۔ وہ خطروں کی دنیا سے دور نکل گئے تھے اور اب نئے اندیشوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ عنبر کو خاص طور پر جانوجشی کے چچا کے بارے میں فکر تھی جس کے ہاں وہ یمن میں پناہ لینے جا رہے تھے۔ خدا جانے وہ کون شخص ہو۔ کہیں وہ بھی دولت کی لالچ میں آ کر شہزادے کی جاسوسی نہ کر دے۔ اگر ایسا ہو گیا اور وہ لوگ یمن میں گرفتار کر لیے گئے تو وہ شہزادے کی والدہ کو کیا منہ دکھائے گا۔ اس قسم کے وسوسے تھے جنہوں نے عنبر کو گھیر رکھا تھا۔ پانچویں روز وہ یمن کی سرحد سے ایک دن کے سفر کے فاصلے پر صحرا میں چلے جا رہے تھے کہ اچانک بڑے

زور کی آندھی چلنا شروع ہوگئی۔ وہ گھوڑوں کو لے کر ایک ٹیلے کی اوٹ میں آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنے منہ سر کپڑے سے ڈھانپ لیے۔ آندھی بڑی شدید تھی اور دوپہر تک چلتی رہی۔

آندھی کا زور تھما تو انہوں نے دیکھا کہ صحرا کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ جہاں پہلے ریت کے ٹیلے تھے وہاں اب گہرے گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ یہ ایک عجیب و غریب حادثہ تھا۔ اس سے پہلے صحرا میں انہوں نے آندھی میں گڑھے پڑتے نہیں دیکھے تھے۔ وہ ایک گڑھے کے پاس آ کر غور سے دیکھنے لگے۔ یہ کافی گہرا گڑھا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے اس کی اندر راستہ جا رہا ہے۔ عنبر نے گڑھے کے اندر اتر کر معلومات حاصل کرنے کا خیال ظاہر کیا تو جانو نے کہا:

"ہمیں اندر نہیں جانا چاہیے۔ کہیں کسی نئی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔"

شہزادے نے بھی اس قسم کے خیال کا اظہار کیا اور وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے چلنے ہی والے تھے کہ اچانک گڑھے میں سے آگ کے شعلے نمودار ہونے شروع ہو گئے۔ وہ تعجب سے ان شعلوں کو دیکھنے لگے۔ جانو نے کہا:

"یہ آگ کہاں سے آ گئی؟"

وہ ابھی غور ہی کر رہے تھے کہ آگ تھمنا شروع ہو گئی۔ شعلے مدھم پڑنے لگے اور پھر آگ ٹھنڈی پڑ کر غائب ہو گئی اور اُس کی جگہ نیلے رنگ کا دھواں نکلنے لگا۔ یہ دھواں پہلے تو بادلوں کی طرح اُبھرتا رہا اور پھر اس نے ایک اونچے ستون کی شکل اختیار کر لی جو آسمان کی وسعتوں میں جا کر غائب ہو گیا تھا۔ وہ تینوں اس منظر کو حیرانی سے دیکھتے رہے۔ عنبر کا خیال تھا کہ شاید اس زمین کے اندر آتش فشاں پہاڑوں کا مادہ چھپا ہوا ہے جو باہر نکل رہا ہے۔ جانو نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ ہمارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔"

شہزادے نے کہا:

"ہاں عنبر، ہمیں آگے نکل جانا چاہیے۔"

وہ ابھی یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ آسمان پر ایک روشنی سی چمکی اور خوفناک چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ شہزادہ ڈر کر جانو سے لپٹ گیا۔ حبشی غلام کے چہرے پر خوف کی زردی سی چھا گئی۔ ابھی وہ عنبر سے پوچھنے ہی والا تھا کہ سب کچھ کیا ہے کہ ایک خوفناک قہقہہ بلند ہوا اور گرد غبار کے بادل نے اٹھ کر انہیں چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ گھوڑے ڈر کر شور مچانے لگے۔ عنبر نے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا۔ جانو نے کہا:

"ہمیں یہاں سے بھاگ نکلنا چاہیے۔"

وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگنے لگے تو گھوڑے جیسے

گرد و غبار کی دیوار سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑے۔ اب ایک مکروہ اور

ڈراونی شکل ان کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ کسی بھوت کی شکل تھی

جس کے سر پر لمبے نوکیلے سینگ تھے۔ سرخ آنکھیں بڑے

پیالوں جتنی تھیں اور سر کے بال پاؤں کو چھو رہے تھے۔ شہزادے کی

چیخ نکل گئی۔ جانو کو پسینہ آ گیا۔ صرف عنبر خاموش اور پرسکون تھا۔ اس

جن نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا:

''تم میرے گھر میں کیوں آئے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں

چھوڑوں گا۔''

عنبر نے بلند آواز میں کہا:

''ہم مسافر ہیں اور سفر کر رہے ہیں۔ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔''

''نہیں تم نے جان بوجھ کر میرے گھر کو روندڈالا ہے۔ میں تمہیں

زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تم لوگوں کو کچا چبا جاؤں گا۔"

اتنا کہہ کر اس بھوت نے ہاتھ آگے بڑھا کر شہزادے کو اپنے پنجے میں جکڑنے کی کوشش کی۔ شہزادہ بھاگ کر ایک طرف ہو گیا۔ بھوت نے قہقہہ لگایا اور شہزادے کی گردن دبوچنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ حبشی غلام نے حق نمک ادا کرتے ہوئے نیام سے تلوار نکالی اور پوری طاقت کے ساتھ بھوت کے لمبے چوڑے ہاتھ پر وار کر دیا۔

بھوت کے ہاتھ پر زخم لگا۔ اس نے تڑپ کر ایک چیخ ماری اور ٹیلے کے دامن سے ایک تناور اور گنجان درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ درخت کو ایک ڈنڈے کی طرح اپنے سر کے گرد گھما کر اس نے پوری طاقت سے حبشی غلام کے سر پر وار کیا۔ اگر جانو پھرتی سے کام لے کر اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاتا تو وہ اس جگہ کچلا جاتا جس طرح پہاڑ کے نیچے چیونٹی آ کر کچلی جاتی ہے۔ بھوت نے دوسری بار وار کیا۔ غلام دوسری طرف

ہٹ گیا۔

بھوت غصے میں آ کر ریت اُڑانے لگا۔ چاروں طرف غبار سا چھا گیا۔ اب عنبر خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے کہ جانو اور شہزادے کی جان خطرے میں تھی۔ بھوت نے انہیں ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ عنبر نے آنکھیں بند کر کے مراقبہ کیا اور طلالہ کی روح کو آواز دی:

"اے طلالہ کی روح' میری مدد کر۔ تو جہاں کہیں بھی ہے۔ یہاں آ اور ہماری مدد کر' ہمیں اس خوفناک بھوت سے نجات دلا۔"

اس وقت بھوت حبشی غلام کو ٹانگ سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ طلالہ کی روح نے عنبر کی آواز سن لی تھی وہ فوراً وہاں پہنچ گئی۔ اس نے آتے ہی جوڑ راونا نقشہ دیکھا وہ اسے پریشان کرنے کے لیے کافی تھا۔ عنبر نے روح سے کہا:

"اے طلالہ کی مقدس روح، ہمیں اس قاتل بھوت سے نجات دلا۔"

"فکر نہ کرو عنبر، میں تمہاری مدد کے لیے ہی آسمانوں سے آئی ہوں۔"

روح نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ ہاتھ کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ بجلی بڑے زور سے کڑک اٹھی۔ بھوت ٹھٹھک گیا۔ اس نے آسمان کی طرف اپنا ڈراؤنا سر اٹھا کر دیکھا اور ایک زوردار قہقہہ بلند کیا اور آسمان سے آگ کے شعلے برسنا شروع ہو گئے، ان شعلوں کا رخ بھوت کی طرف تھا۔ وہ آسمانی بجلی بن کر کڑک کڑک کر بھوت کے سر پر گر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بھوت کا جسم آگ کے شعلوں میں لپٹ گیا۔ وہ ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے چلانے لگا۔ مگر آسمان سے آگ برابر اس کے اوپر برس رہی تھی۔ وہ آگ کا بگولا

بن کر صحرا میں گردش کرنے لگا اور پھر جل بھن کر راکھ ہو گیا۔ اس کے جلنے کے فوراً بعد صحرا میں سے گرد غبار کا طوفان غائب ہو گیا۔ زمین پر پڑے ہوئے گڑھوں کے نشان مٹ گئے۔ طلالہ کی روح بھی غائب ہو گئی۔

حبشی غلام نے زمین پر سے اٹھ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"دیوتاؤں نے ہماری مدد کی ہے۔ مقدس دیوتا ہم پر مہربان ہو گئے ہیں۔"

عنبر اب اُسے کیا بتاتا کہ مدد دیوتاؤں نے نہیں کی تھی بلکہ اُس کے محسن طلالہ کی روح نے کی تھی۔ اُس نے کہا:

"اب ہمیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

وہ جلدی جلدی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے آگے نکل

گئے۔

شام سے کچھ دیر پہلے وہ تھک کر چور ہو چکے تھے۔ کچھ دیر رک کر آرام کرنے اور گھوڑوں کو پانی وغیرہ پلانے کے لیے وہ کھجور کے جھنڈ تلے ایک چشمے کے پاس رک گئے۔ ابھی وہ گھوڑوں کو پانی پلا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ اچانک ٹیلے کے عقب سے بخت نصر کی فوج کے کچھ سپاہی نمودار ہوئے اور انہوں نے ان کے اردگرد گھیرا ڈال لیا۔ سردار نے عنبر کے قریب نیزہ مار کر کہا:

"تم ہم سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ آخر ہم نے تم لوگوں کو پکڑ لیا۔ شہزادے کے ساتھ ان سب کو رسیوں میں جکڑ دو۔"

عنبر اور غلام حبشی ایک دوسرے کا منہ ہی دیکھتے رہ گئے۔ سپاہیوں نے آگے بڑھ کر ان تینوں کو رسیوں میں کس کر باندھ دیا اور گھوڑوں پر لاد کر واپس نینوا کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک

اور اتنی جلدی ہوا کہ وہ سمجھ ہی نہ پائے کہ فوج کہاں سے آ گئی تھی۔
اصل میں یہ سپاہی شروع ہی سے ان کا پیچھا کر رہے تھے اور کسی
مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ اب انہیں موقع مل گیا اور انہوں
نے انہیں گرفتار کر لیا۔

عنبر اور حبشی غلام سخت مایوسی کے عالم میں رسیوں میں بندھے
شہزادے کے ساتھ گھوڑوں پر بیٹھے تھے اور واپس نینوا کی طرف
جا رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ شہزادے کی جان اب نہیں بچائی
جا سکتی۔ عنبر طلالہ کی روح کو نہیں بلا سکتا تھا۔ کیوں کہ وہ دوسری بار بھی
بھی نمودار نہیں ہوئی تھی۔ سفر کرتے ہوئے رات ہو گئی۔ سپاہیوں نے
ایک جگہ پڑاؤ ڈال لیا اور آرام کرنے لگے۔ انہوں نے حاتو عنبر اور
شہزادے کو الگ الگ درختوں کے ساتھ باندھ دیا۔ آگ جلا کر
بکرے کا گوشت بھونا اور اُسے کھانے لگے۔ وہ کھا بھی رہے تھے اور

خوشی سے قہقہے بھی لگا رہے تھے۔ آخر وہ تھک کر گہری نیند سو گئے۔ صرف ایک سپاہی ہاتھ میں تلوار لیے درختوں کے سامنے بیٹھا پہرہ دے رہا تھا۔

عنبر بندھا ہوا تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسی طرح شہزادہ اور حبشی غلام بھی بندھے ہوئے تھا۔ اُن کے لیے ہاتھ پاؤں ہلانا بھی مشکل ہو رہے تھے۔

رات آہستہ آہستہ گزرنے لگی۔ انہیں معلوم تھا کہ کوئی طاقت انہیں سپاہیوں کے چنگل سے نجات نہیں دلا سکتی۔ دو روز بعد وہ بخت نصر کے گورنر کے سامنے ہوں گے۔ وہ شہزادے کا سر کاٹ کر طشت میں رکھ کر بخت نصر کے پاس بابل کو روانہ کر دے گا۔ یہ بڑی خوفناک بات تھی۔ عنبر نے سوچا جب شہزادے کی والدہ کو معلوم ہو گا کہ اس کے بیٹے کا سر کاٹ کر بابل لایا گیا ہے تو اس بے چاری

دکھیاری ماں پر کیا قیامت نہیں گزرے گی۔

عنبر یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا اور پہریدار سپاہی تلوار لیے اس کے سامنے بیٹھا بڑے غور سے ان تینوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اچانک عنبر نے پہریدار کے پیچھے ایک سائے کو دیکھا۔ یہ سایہ بڑے آرام سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پہلے تو عنبر نے اسے اپنا وہم خیال کیا۔ لیکن جب وہ سایہ پہریدار کے بہت قریب آ گیا تو عنبر نے دیکھا کہ وہ ایک اونچا لمبا گرانڈیل جوان تھا۔ جس نے چہرے پر سیاہ نقاب پہن رکھی تھی۔ اس اجنبی نقاب پوش کو حبشی غلام اور شہزادے نے بھی دیکھ لیا تھا۔ مگر وہ چپ تھے۔ وہ خاموشی سے یہ دیکھ رہے تھے کہ نقاب پوش کیا کرنے وہاں آیا ہے۔ پہریدار سپاہی کو بالکل علم نہیں تھا کہ اس کے پیچھے اس کی موت آہستہ آہستہ آگے بڑھ

رہی ہے۔

نقاب پوش بہت پھونک پھونک کر ریت پر قدم آگے اٹھا رہا تھا۔ وہ اب پہریدار کے بالکل سر پر پہنچ چکا تھا۔ اچانک اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر سپاہی کی گردن دبوچ لی۔ یہ سب کچھ اس قدر تیزی کے ساتھ ہوا کہ سپاہی کی آواز تک نہ نکل سکی۔ نقاب پوش نے سپاہی کا گلا دبانا شروع کر دیا اور اس وقت چھوڑا جب وہ مر چکا تھا۔ سپاہی کی لاش زمین پر رکھ کر نقاب پوش آگے بڑھا اور عنبر کے درخت کے پیچھے جا کر اس کی رسیاں کھولنے لگا۔ عنبر آزاد ہو گیا تو ان دونوں نے مل کر حبشی غلام جانو اور شہزادے کی رسیاں بھی کھول دیں۔ شہزادہ کچھ پوچھنے لگا تو نقاب پوش نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا سپاہی بھنا ہوا گوشت کھانے کے بعد بے سدھ ہو کر سو رہے تھے اور خراٹے لے رہے تھے۔ نقاب پوش نے انہیں اپنے پیچھے آنے کا شارا کیا۔

وہ دبے پاؤں چلتے نخلستان سے کافی دور نکل آئے۔ یہاں چار گھوڑے ایک درخت سے بندھے تھے۔ اب نقاب پوش نے زبان کھولی اور کہا:

''میں نینوا کے شہزادے کو ادب سے سلام کرتا ہوں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ شہزادے کی جان بچانے کی سعادت مجھے نصیب ہوئی۔''

حبشی غلام نے پوچھا:

''اے اجنبی نقاب پوش' کیا تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں؟''

نقاب پوش نے اپنا نقاب اتار دیا۔ وہ ایک خوش شکل نوجوان تھا۔

''میرا نام یورکا ہے۔ میں زرکسیر سپہ سالار فوج نینوا کا خدمت گار ہوں اور شاہِ نینوا کی وفادار فوج کے دستے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں

زر کثیر کی تلاش میں قرطاجنہ جارہا تھا کہ راستے میں آپ لوگوں کو بخت نصر کی فوج کے سپاہیوں کی قید میں دیکھا۔ میں نے شہزادے کو پہچان لیا اور اس موقع کی تلاش میں رہا جب سپاہی سو جائیں اور آپ کو آزاد کرا سکوں۔"

عنبر نے کہا:

"ہم آپ کے شکر گزار ہیں معزز یورکا۔"

یورکا نے پوچھا:

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ کا نام کیا ہے اور آپ شہزادے کے ساتھ کس حیثیت سے سفر کر رہے ہیں؟"

عنبر نے کہا:

"میرا نام عنبر ہے اور میں حکیم ہوں۔ میں شہزادے کا وفادار ہوں اور چاہتا ہوں کہ نینوا کا تخت شہزادے کو واپس دلایا جائے۔"

یورکا نے کہا:

"میں یہ سن کر بہت خوش ہوا ہوں کہ آپ ہمارے شہزادے کے وفادار ہیں۔ یقیناً ہم ایک روز اپنا کھویا ہوا تخت ضرور حاصل کریں گے اور شہزادے کو اپنا شہنشاہ بنائیں گے۔"

"ضرور۔" حبشی غلام نے کہا۔

عنبر نے پوچھا:

"معزز یورکا! زر کسیر قرطاجنہ کس جگہ پر ہے؟"

یورکا نے جواب دیا:

"مجھے بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ بخت نصر کے سپاہیوں نے ہماری کمین گاہ پر چھاپہ مار کر ہمارے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا اور زر کسیر کو گرفتار کر کے لے گئی۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ یمن کے بادشاہ نے بخت نصر کی مدد کی۔ کیونکہ وہ

بخت نصر کی پھیلتی ہوئی سلطنت اور طاقت سے خوف زدہ ہے۔"

"زر کسیر کہاں پر قید ہے؟"

"مجھے صرف اتنی خبر مل سکی ہے کہ وہ صوبہ قرطاجنہ میں کسی جگہ قید ہے اور بہر جلد اُسے شاہِ بابل کے دربار میں پیش کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ بخت نصر اس کا سر کاٹ کر محل کے دروازے پر لٹکانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ صرف اپنے جشن تاجپوشی کا انتظار کر رہا ہے جو دو ماہ بعد ہے۔"

زر کسیر کی گرفتاری اور وفادار فوج کے سپاہیوں کے قتل کا حبشی غلام اور شہزادے کو بے حد دکھ ہوا۔

حبشی غلام نے کہا:

"اس وقت ہماری حامی فوج کے سپاہیوں کی تعداد کتنی ہوگی؟"

"وہ ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں۔ شاہ بابل کے جاسوس کتوں کی

طرح ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ قرطاجنہ جا کر زر کسیر کو رہا کرانے کی کوشش کروں گا اور اس کے بعد اپنی حامی فوج کے سپاہیوں کو اکٹھا کر کے نینوا کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

حبشی نے کہا:

"دیوتا تمہیں تمہارے ارادوں میں کامیاب کرے۔"

عنبر نے کہا:

"یورکا! اگر تم برا نہ مانو تو کیا بتاؤ گے کہ قرطاجنہ میں تم سے کہاں ملاقات کی جا سکتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ شہزادے کو بحفاظت یمن پہنچا کر میں بھی تمہارے ساتھ زر کسیر کی تلاش کروں گا اور اس سے ملاقات کروں گا۔"

یورکا نے کہا:

''میں قرطاجنہ شہر کے شمال والی کاروان سرائے میں ایک مسافر کے بھیس میں ٹھہرا ہوں گا۔ تم مجھ سے وہاں ملاقات کر سکتے ہو' لیکن کیا تم لوگوں کو یقین ہے کہ یمن میں شہزادہ محفوظ ہاتھوں میں ہوگا؟''

حبشی غلام نے کہا:

''یمن میں میرا ایک چچا رہتا ہے۔ اس کے انگوروں کے باغ ہیں۔ وہ شاہ پرست ہے اور بہت بھروسے کا آدمی ہے اس کا مکان شہر سے باہر محفوظ جگہ پر ہے۔''

یورکا نے کہا:

''پھر بھی جانو تمہیں بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ یمن کے سپاہی بھی شہزادے کی تلاش میں شاہ بابل کے سپاہیوں کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔''

عنبر نے جب یورکا کو بتایا کہ شہزادے کی والدہ ملکہ نینوا ابھی زندہ

ہے اور بابل کے ایک سرحدی گاؤں کی حویلی میں قید کے دن گزار رہی ہے اور اُسی نے عنبر کو شہزادے کی تلاش میں بھیجا ہے تو یورکا بہت خوش ہوا اور عنبر کی انسانی ہمدردی سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے کہا:

''زرکسیر کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلانے کے بعد ہم ملکہ عالیہ کو بھی آزاد کروالیں گے۔''

عنبر نے کہا:

''ایسا ہی ہوگا۔''

نقاب پوش یورکا نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا:

''میرا خیال ہے اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ سپاہیوں کی آنکھ کھل جائے۔ وہ شہزادے کو نہ پا کر ضرور ہماری تلاش میں نکلیں گے۔''

وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہوں نے باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔

باگیں ڈھیلی ہوتے ہی عمدہ نسل کے گھوڑے صحرائی رات میں ہوا کے ساتھ اڑنے لگے۔

سرطاجنہ کا قیدی

نقاب پوش یورکا شہزادے کے ساتھ یمن کی سرحد تک گیا۔

شہزادے کو عنبر اور حبشی کے ساتھ یمن کی سرحد پار کرانے کے بعد یورکا نے اجازت لی۔ شہزادے کو جھک کر سلام کیا اور زرکسیر کی تلاش میں واپس قرطاجنہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عنبر بھی یورکا کے ساتھ ہی جانا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ زرکسیر سے ملنا اور اسے رہا کرانا بہت ضروری تھا۔ زرکسیر نینوا کی فوج کا سپہ سالار تھا اور ساری فوج اُس کے گرد جمع تھی۔ لیکن عنبر یہ تسلی کرنا چاہتا تھا کہ شہزادہ محفوظ ہاتھوں میں ہے۔

کیونکہ یمن میں بھی خطرہ تھا۔ وہ حبشی غلام جانو کے چچا سے مل کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی وہ بھروسے کا آدمی ہے۔ اس نے یورکا سے کاروان سرائے کا پتہ معلوم کر لیا تھا۔

یمن کی سرحد پر محافظ سپاہیوں نے معمولی پوچھ گچھ کے بعد انہیں

ملک میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ عنبر نے یہاں بھی یہی کہا کہ وہ حکیم ہے۔ جانو اُس کا غلام اور شہزادہ اس کا بیٹا ہے۔ سپاہیوں نے شہزادے کو نہ پہچانا۔ حبشی غلام نے دیوتاؤں کا اور عنبر نے رب واحد کا شکر ادا کیا۔ جانو' عنبر اور شہزادے کو لے کر بڑی تیزی کے ساتھ اپنے چچا کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ یمن کا شہر سرحد سے ایک دن اور ایک رات کے سفر پر تھا۔ وہ سارا دن چلتے ہوئے سیاہ پہاڑوں میں سفر کرتے رہے۔ رات کو ایک جگہ دم لینے کے آدھی رات تک آرام کرنے کے بعد انہوں نے دوبارہ اپنا سفر شروع کر دیا۔ اب پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور کہیں کہیں ہرے بھرے کھیت اور کھجوروں کے نخلستان نظر آنے لگے تھے۔ شہزادے نے کہا:

''تمہارے چچا کا گھر ابھی کتنی دور ہے جانو؟''

''سورج نکلنے سے پہلے ہم پہنچ جائیں گے شہزادہ سلامت۔''

آسمان پر صبح کا نور پھیلنے لگا تھا کہ انہیں دور سے یمن شہر کے مکان دکھائی دیے۔ یہاں سے حبشی غلام عنبر اور شہزادے کو لے کر مغرب کی طرف ایک ہری بھری وادی میں گھوم گیا۔ یہ وادی ایک چھوٹے سے دریا کے ساتھ ساتھ دور پہاڑوں تک چلی گئی تھی۔ یہاں انہیں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ ملا۔ اس چشمے پر رک کر انہوں نے منہ ہاتھ دھوئے۔ خود بھی پانی پیا اور گھوڑوں کو بھی پانی پلایا۔ تازہ دم ہو کر وہ آگے چل دیے۔ حبشی غلام نے بتایا کہ اس کے چچا کا انگوروں کا باغ شروع ہونے ہی والا ہے۔ سورج مشرق سے نکلا ہی تھا کہ وہ ایک انگور کے سرسبز و شاداب باغ میں داخل ہو گئے۔ یہاں زمین سے ایک مرد اونچی لکڑی کے جنگلے کی چھت ڈال دی گئی تھی جس کے اوپر انگوروں کی بے شمار بیلیں چڑھی ہوئیں تھیں اور جگہ جگہ سرخ انگوروں کے گچھے لٹک رہے تھے۔ حبشی غلام نے خوش ہو کر کہا:

"دیوتاؤں کے کرم سے ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ باغ میرے چچا کا ہے اور اس کے کنارے پر اس کا مکان ہے۔"

یہ لوگ انگور کے باغ سے باہر نکلے تو سامنے ایک پتھروں کا بنا ہوا مکان تھا جس کی دیواروں پر سرخ پھولوں والی بیل چڑھی ہوئی تھی۔ آنگن میں ایک بھینس اور کچھ بکریاں چارہ کھا رہی تھیں۔ دو چار مرغیاں ادھر ادھر دانہ دنکا چن رہی تھیں۔ چولہے میں آگ جل رہی تھی اور اس کے اوپر کڑاہی میں پانی کھول رہا تھا۔ جانو نے لکڑی کے ایک تخت پوش پر عنبر اور شہزادے کو بٹھا کر کہا:

"آپ لوگ یہاں آرام کر سکتے ہیں۔ میں چچا کو تلاش کر کے لاتا ہوں۔ وہ باغ میں کہیں کام کر رہا ہو گا۔"

آنگن میں ایک طرف گھوڑے باندھ دیے اور ان کے آگے چارہ ڈال کر حبشی غلام چچا کی تلاش میں باغ میں آ گیا۔ ایک جگہ اسے اپنا

چچا زمین کھودتا ہوا مل گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کا حبشی تھا جس کے بال کانوں پر سے سفید ہو رہے تھے۔ چچا اپنے بھتیجے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے اسے گلے لگا لیا۔

''پیارے بھتیجے' تم کب اور کیسے آ گئے؟ دیوتاؤں کا شکر ہے کہ میں نے تمہاری پیاری صورت دیکھی۔ مجھے تو اطلاع ملی تھی کہ شاہ بابل کی ظالم فوج نے شاہی خاندان کے ساتھ اس کے تمام وفادار غلاموں کو بھی قتل کر دیا ہے۔''

''پیارے چچا جان' دیوتاؤں کو میری زندگی منظور تھی جو بچ گیا؛ وگرنہ ظالم سپاہیوں نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ شہزادہ سلامت بھی بچ گیا ہے۔''

''اچھا' یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہاں ہے شہزادہ؟''

''میرے ساتھ ہے۔''

"ہیں! تمہارے ساتھ ہے؟ کہاں؟"

"آپ کے مکان کے آنگن میں ہمارے ایک وفادار ساتھی عنبر کے ساتھ بیٹھا ہے۔"

"چلو! میں چل کر اپنے شہزادے کا دیدار کرتا ہوں۔"

"آیئے! وہ بھی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

حانو کا چچا بڑی خوشی خوشی باغ سے نکل کر اپنے گھر کے آنگن میں آ گیا۔ اُس نے جھک کر شہزادے کو سلام کیا اور اُس کا ہاتھ چوما۔ اس کے بعد وہ عنبر سے گلے لگ کر ملا اور بولا:

"مجھے شہزادے کے وفادار ساتھی سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ وہ دن دور نہیں جب ہم سارے وفادار ایک جگہ جمع ہو کر کے شہزادے کو اس کا کھویا ہوا تخت دِلوا دیں گے۔"

چچا نے اسی وقت ایک بھیڑ ذبح کر کے اُسے بھون ڈالا۔ کلی کے

آٹے کی روٹی بنائی اور سرخ انگوروں سے بھرا ہوا طشت اور چشمے کا ٹھنڈا پانی اپنے مہمانوں کے آگے رکھ دیا۔ عنبر نے کہا:

"ہم آپ کے بہت شکرگزار ہیں چچا کہ آپ نے ہماری خلوص کے ساتھ مہمانی کی۔"

"یہ تو میرا فرض ہے بیٹے' اور پھر آپ لوگ تو میرے اپنے آدمی ہیں اور ہمارے معزز شہزادے کو ظالم دشمن کے پنجے سے چھڑوا کر لا رہے ہیں۔"

کھانے پر بہت سی باتیں ہوتی رہیں۔ عنبر نے اپنی تسلی کے لیے پوچھا:

"چچا' کیا آپ کو یقین ہے کہ شہزادہ یہاں محفوظ ہو گا اور کسی جاسوس کو خبر نہیں ہو گی؟"

"کیوں نہیں بیٹا' یہ جگہ شہر سے باہر واقع ہے اور پھر میں یمن کی

فوج کو ہر موسم میں مفت انگور دیا کرتا ہوں۔ وہ مجھ پر بے حد بھروسہ کرتے ہیں۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے چچا۔ لیکن فوج کے سپاہی یہاں بھی تو کبھی کبھی آتے ہوں گے؟"

"انہیں یہاں آنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ انہیں ضرورت کی ہر شے قلعے میں بیٹھے بیٹھے مل جاتی ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر شہزادے کی رہائش کہاں پر ہوگی؟ کیونکہ شہزادے کا یوں کھلے بندوں اس مکان اور باغ میں چلنا پھرنا خطرے کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ جاسوس جگہ جگہ شہزادے کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔"

"آپ کا اندیشہ صحیح ہے عنبر بیٹے! شہزادہ یوں کھلے بندوں نہیں پھرے گا۔ میں شہزادہ سلامت کو ایک خاص جگہ رکھوں گا۔ کھانے کے

بعد میں تم لوگوں کو وہ جگہ دکھاؤں گا۔"

کھانے سے فارغ ہو کر چچا عنبر کو ساتھ لے کر مکان کے اندر آ گیا۔ یہ مکان اندر سے بہت سجا ہوا تھا۔ جگہ جگہ بدخشاں اور افریقہ کے قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ چچا عنبر کو مکان کی سب سے پچھلی کوٹھڑی میں لے گیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ چچا نے شمع روشن کر کے ہاتھ میں تھام لی اور کونے میں سے قالین اُٹھا کر فرش کا پتھر ایک طرف ہٹا دیا۔ پتھر کے ہٹتے ہی نیچے سیڑھیاں نمودار ہوئیں۔

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ بیٹا۔"

عنبر چچا کے پیچھے سیڑھی کے زینے اترنے لگا۔ زینہ ایک جگہ پہنچ کر ختم ہو گیا۔ یہاں چچا نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا تو اندر روشن دان میں سے ہلکی ہلکی روشنی اور تازہ ہوا اندر آ رہی تھی۔ یہ چھوٹا سا کمرہ بہت سجا ہوا تھا۔ پلنگ پر ریشمی بستر لگا تھا۔ زمین پر قالین بچھے تھے۔

دیواروں پر بھی قالین لٹکے ہوئے تھے۔ تپائیوں پر مٹی کی لمبوتری صراحیاں رکھی تھیں جو ٹھنڈے پانی سے بھری ہوئی تھیں۔ چچا نے پوچھا:

"کیوں بیٹا یہ کمرہ شہزادے کے لیے کیسا رہے گا؟"

"بہت محفوظ رہے گا چچا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس روشندان میں سے روشنی اور ہوا کہاں سے آ رہی ہے؟ کیا ادھر سے کسی شخص کی نظر نہیں پڑ سکتی؟"

یہ روشندان تھا جسے تم دیکھ رہے ہو۔ مکان کے پچھواڑے گھنے باغ کی جھاڑیوں میں کھلتا ہے۔ وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے کہ یہ جگہ جھاڑیوں اور گھنی گنجان گھاس میں چھپی ہوئی ہے۔ میں نے صرف روشندان کے پاس سے گھاس صاف کر دی ہے۔"

"کیا میں باہر سے اسے دیکھ سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں، آؤ میرے ساتھ۔"

چچا عنبر کو ساتھ لے کر مکان کے پچھواڑے آ گیا، اور بولا:

"کیا تم روشندان کو تلاش کر سکتے ہو؟ یقین کرو وہ تم سے دو قدم کے فاصلے پر ہے۔"

عنبر نے بہت تلاش کیا مگر اسے روشندان کا کہیں بھی سراغ نہ ملا۔ آخر چچا نے مسکراتے ہوئے ایک جگہ سے جھاڑیوں کو پیچھے ہٹایا تو آگے گھاس کا ڈھیر تھا۔ ڈھیر کے عقب میں گئے تو وہاں درخت کی بڑی بڑی شاخوں کے نیچے روشندان نظر آیا۔

"کیا یہاں کسی کی نظر پڑ سکتی ہے بیٹا عنبر؟"

"یہ بڑی محفوظ جگہ ہے چچا۔"

عنبر کو ہر طرف سے اطمینان ہو گیا تھا کہ شہزادے کی زندگی کو وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس نے اور حبشی غلام نے شہزادے کو ساتھ لیا

اور تہہ خانے کے کمرے میں آ گئے۔ یہاں شہزادے کے لیے بستر پر مزید ریشمی گدے ڈال کر اُسے اور زیادہ آرام دہ بنا دیا گیا۔ شہزادے کی ضرورت اور آرام کی ہر شے وہاں رکھ دی گئی۔ وہ رات شہزادے نے تہہ خانے میں اور عنبر جانو نے گھر کے دوسرے کمرے میں بسر کی۔

صبح ہوئی تو عنبر نے اجازت طلب کی۔ چچا نے بہت کہا کہ وہ دو چار روز اور ٹھہر کر آرام کرے مگر عنبر راضی نہ ہوا۔ وہ بہت جلد قرطاجنہ جا کر یورکا سے ملنا چاہتا تھا تاکہ زرکسیر کو دشمن کی قید سے رہائی دلائی جا سکے اور پھر ملکہ کو رہا کروا کر شہزادے کے پاس پہنچایا جائے۔ اس کام کے لیے وقت بہت کم تھا اور اگر وہ آرام کرنے بیٹھ جاتا تو سارے کیے کرائے پر پانی پھر سکتا تھا۔ اُس نے کہا:

''چچا' یہ وقت آرام کا نہیں ہے' کام کا ہے۔ مجھے زرکسیر کو رہا

کرواتا ہے اور پھر ملکہ کو بھی دشمنوں کے پنجے سے بچا کر یہاں لاتا

ہے۔"

بچانے جھک کر کہا:

"زہے نصیب کہ میرے غریب خانے پر نینوا کی ملکہ تشریف

لائے وہ دن میرے لیے خوش قسمت ترین دن ہوگا۔ مگر کیا بیٹے تم

اکیلے ملکہ کو رہا کرا سکو گے؟"

"ربِ عظیم کی مدد شامل حال رہی تو میں ضرور ایک روز ملکہ عالیہ کو

یہاں لے کر آؤں گا۔"

"دیوتا تمہاری زبان مبارک کریں۔"

عنبر نے شہزادے کو سلام کیا۔ بچا اور حبشی غلام حانو سے گلے لگ

کر ملا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے سفر قرطاجنہ کی سمت روانہ ہو گیا۔

حبشی غلام اسے چھوڑنے انگوروں کے باغ تک آیا۔ انگور کا باغ ختم

ہوا تو جانو سلام کر کے واپس چلا گیا۔

عنبر کا اب اکیلے سفر شروع ہو گیا تھا۔

وہ قرطاجنہ اس سے پہلے بھی جا چکا تھا۔ عمدہ نسل کے گھوڑے پر قرطاجنہ کا سفر وہاں سے چار روز کے سفر پر تھا۔ یہ راستہ زیادہ تر پہاڑوں اور وادیوں سے ہو کر گزرتا تھا۔ اس اعتبار سے یہ سفر زیادہ کٹھن نہیں تھا۔ اسے راستے میں جگہ جگہ پانی اور گھوڑے کے لیے گھاس ملتا رہا اور سفر کرتا رہا۔ وہ رات کو کچھ دیر آرام کرتا اور منہ اندھیرے اٹھ کر سفر پر روانہ ہو جاتا۔ چوتھے روز صبح صبح وہ سفر پر چلا تو راستے میں ایک چٹان کے پہلو میں اُسے ایک جھونپڑا نظر آیا۔ اُسے پیاس لگی تھی۔ راستے میں کسی جگہ بھی کوئی چشمہ نہیں ملا تھا۔ عنبر گھوڑے سے اتر پڑا۔ اس نے آواز دے کر پوچھا کہ وہاں کوئی ہے؟ اس کی آواز پر اندر سے ایک بوڑھی عورت باہر نکلی۔ اس نے پوچھا:

"تم کون ہو اجنبی، اور کیا چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا کہ وہ ایک مسافر ہے۔ ملک شام سے چل کر قرطاجنہ جا رہا ہے۔ اُسے پیاس لگی ہے۔

بوڑھی عورت نے عنبر کو پتھر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پانی لینے جھونپڑے میں چلی گئی۔ عنبر جھونپڑی کے باہر بیٹھا تھا کہ ایک گھوڑا سوار سپاہی وہاں آ کر رک گیا۔ اس اثنا میں عورت پانی لے کر باہر آ گئی تھی۔ سپاہی نے عورت سے کہا:

"اماں، اپنے بیٹے سے کہنا کہ شام کو گورنر قرطاجنہ کے محل میں پودینے کا گٹھا بھر کر پہنچا دے۔ شاہی حکیم نے دوا بنانی ہے۔"

"بہت اچھا بیٹے، کیا گورنر ابھی ٹھیک نہیں ہوا؟"

"اس کی بیماری لمبی ہو رہی ہے اماں، سب حکیموں نے جواب دے دیا ہے۔"

عنبر کو یہ موقع بڑا اچھا لگا۔ اُس نے جھٹ پوچھا:

"گورنر قرطاجنہ کو کیا بیماری ہے اے معزز سردار؟"

سپاہی نے کہا:

"اُس کو زرد بخار ہے۔ وہ دس روز سے بے ہوش پڑا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"کیا آپ مجھے موقع دیں گے کہ میں گورنر کا علاج کروں۔ میں بھی ایک حکیم ہوں اور زرد بخار والے کو اچھا کر سکتا ہوں۔"

"اگر یہ بات ہے تم ابھی میرے ساتھ آؤ۔ اگر تمہاری دوائی سے گورنر اچھا نہ ہوا تو تمہیں جیل میں ڈال دیا جائے گا جہاں پہلے ہی دس حکیم گل سڑ رہے ہیں۔"

"مجھے یہ شرط منظور ہے۔"

"تو پھر آؤ میرے ساتھ۔"

سپاہی عنبر کو ساتھ لے کر قرطاجنہ کی طرف چل پڑا۔ قرطاجنہ وہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ سپاہی محل کے محافظ دستے کا سردار تھا۔

اس کو دیکھتے ہی شہر کے دروازے پر کھڑے سپاہیوں نے جھک کر سلام کیا۔ وہ شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ گورنر کا محل شہر کے وسط میں تھا۔ شہر میں بڑی رونق تھی۔ دکانوں پر قسم قسم کے ریشم، خوشبوئیں، تیل، گرم مصالے اور کھانے کی چیزیں بک رہی تھیں۔ چوک میں جگہ جگہ پھلوں کے ڈھیر پڑے تھے۔ سردار کو دیکھ کر لوگ جھک جھک کر سلام کر رہے تھے۔ سردار عنبر کو لے کر محل میں داخل ہو گیا۔ عالی شان محل کے ایک ریشمی پردوں والے پرسکون اور شاندار کمرے میں گورنر قرطاجنہ مسہری پر بے ہوش پڑا تھا اور شاہی حکیم اس کی نبض دیکھ رہا تھا۔ ارد گرد گورنر کی بیوی اور بچے غمگین صورتیں لیے پریشان کھڑے تھے۔ شاہی حکیم نبض دیکھ کر فارغ ہوا تو سردار نے عنبر کو آگے بڑھنے کا

اشارہ کیا۔

عنبر کے سیدھے سادے لباس کو دیکھ کر شاہی حکیم نے نفرت کا اظہار کیا۔

"یہ فقیر کون ہے۔ اسے یہاں آنے کی اجازت کس نے دی؟"

سردار نے کہا:

"اِسے میں لایا ہوں۔ یہ ملک افریقہ کا حکیم ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے علاج سے گورنر اچھا نہ ہوا تو بے شک مجھے قید خانے میں ڈال دیں۔"

"یہ جاہل آدمی اتنے بڑے گورنر کا کیا علاج کرے گا بھلا؟" شاہی حکیم نے نفرت سے منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ عنبر کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے آگے بڑھ کر اس نے بے ہوش گورنر کو غور سے دیکھا۔ گورنر کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ اُس نے آنکھ کا پپوٹا اٹھا کر دیکھا۔

آنکھوں کا رنگ بھی پیلا ہو رہا تھا۔ عنبر نے نبض دیکھی۔ نبض بہت تیز چل رہی تھی۔ عنبر سمجھ گیا کہ گورنر کی بیماری شدید حالت کو پہنچ چکی ہے۔

اس نے اپنے تھیلے میں سے ایک ہرے رنگ کی شے نکالی۔ چاندی کے گلاس میں اس کے چند قطرے ٹپکا کر پانی ملا دیا۔ یہ زرد بخار کا تریاق تھا۔ اُس نے اسی دوائی سے افریقہ میں کئی لوگوں کا زرد بخار اچھا کر دیا تھا۔ عنبر نے اس عرق کے چند گھونٹ سونے کی ایک نلکی کے ذریعے گورنر کے حلق میں انڈیل دیے۔ اب وہ دوائی کے اثر کا انتظار کرنے لگا۔ اُس نے سفید کپڑا منگوا کر گورنر کے ماتھے کو صاف کیا اور ایک مرہم ماتھے پر بھی لگا دی۔

عجیب کرامت ہوئی۔ گورنر جو اتنے روز سے بخار میں بے ہوش پڑا تھا ذرا سا ہلا۔ اُس نے اپنا ہاتھ ہلایا۔ پھر پلکیں جھپکا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کے بیوی بچے خوشی سے اُس سے لپٹ گئے۔ سردار

بھی خوش ہوا کہ اُس کے لائے ہوئے حکیم کے علاج سے گورنر کو ہوش آ گیا۔ شاہی حکیم اندر ہی اندر جل بھن گیا۔ گورنر نے آہستہ سے پوچھا:

"کیا میں زندہ ہوں؟"

عنبر نے کہا:

"گورنر صاحب، آپ زندہ ہیں، زندہ رہیں گے۔ آپ کا بخار ٹوٹ چکا ہے۔"

"تم۔۔۔ تم کون ہو؟"

سردار نے جھک کر کہا:

"حضور، یہ ایک حکیم ہے۔ اِسی کی دوائی نے آپ کو اچھا کیا ہے۔"

"اِس حکیم کا منہ ہیرے جواہرات سے بھر دیا جائے۔"

”حضور! آپ آرام کریں۔ زیادہ نہ بولیں۔“

عنبر نے سردار سے کہا کہ اس کی ایک خوراک شام کو بھی پلا دی جائے۔ اب میں چلتا ہوں۔

سردار نے پوچھا کہ وہ کہاں پر ٹھہرے گا؟ عنبر نے کہا کہ وہ اس شہر میں اجنبی ہے اور کسی کو نہیں جانتا۔ سردار نے کہا:

”تم شاہی مہمان خانے میں شاہی مہمان بن کر ٹھہرو گے۔ کل تمہیں پھر گورنر کو دیکھنے آنا ہوگا۔“

”جیسے آپ کی مرضی۔“

عنبر شاہی مہمان خانے میں ٹھہرا دیا گیا۔ یہاں اُس نے بڑے سکون اور آرام کے ساتھ رات بسر کی۔ ساری رات وہ سوچتا رہا کہ صبح چل کر یورکا کو تلاش کیا جائے۔ یہ بڑی اچھی بات ہوئی تھی کہ اُس کو گورنر کی ہمدردیاں حاصل ہو گئی تھیں۔ اب وہ شاہی محل میں بلا روک

ٹوک پھر سکتا تھا اور بڑی آسانی سے زرکسیر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ اگلے روز وہ صبح صبح گورنر کو دیکھنے اس کے کمرے میں گیا۔ گورنر اس کی دوائی سے بالکل اچھا ہو گیا تھا اور اپنی مسہری میں بیٹھا بچوں سے کھیل رہا تھا۔ عنبر کو دیکھ کر اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

''یہاں آؤ حکیم، میں تمہیں گلے لگا کر تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں صرف زبانی شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ میں تمہارا گھر دولت سے بھر دوں گا۔ تم کون ہو اور یہاں کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟''

''حضور! ابھی تک تو میں شاہی مہمان خانے میں ٹھہرا ہوں۔ میں ملک افریقہ سے روزی کمانے یہاں آیا ہوں۔''

''آج سے تم ہمیشہ ہمارے شاہی مہمان خانے میں رہو گے اور ہمارا اور ہمارے بچوں کا علاج کیا کرو گے۔ اس کے عوض تم جو چاہو

گے، تمہیں ملتا رہے گا۔"

عنبر نے جھک کر کہا:

"حضور کی عنایت ہے، وگرنہ میں اِس لائق نہ تھا۔"

"نہیں نہیں، تم ایک لائق حکیم ہے۔ اس سے پہلے ہر حکیم نے ہمارا علاج کیا ہے اور ناکام رہے ہے۔ ہماری بیماری تو شاہی حکیم کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔"

عنبر نے گورنر کی نبض دیکھی۔ اُسے دوا دی اور واپس مہمان خانے میں آ گیا۔ اب وہ جلدی سے جلدی کاروان سرائے میں یورکا سے ملاقات کرنا چاہتا تھا؛ چنانچہ مہمان خانے میں واپس آتے ہی اُس نے لباس تبدیل کیا۔ دواؤں کا تھیلا کمرے میں رکھ کر اُسے تالا لگایا اور شہر کے شمال میں کاروان سرائے کی طرف چل پڑا۔ پوچھتے پوچھتے وہ کارواں سرائے پہنچ گیا۔

کاروان سرائے کے چھجے پر انگور کی بیلوں نے سایہ ڈال رکھا تھا۔ باہر دو شکاری کتے بندھے ہوئے تھے جنہوں نے عنبر کی طرف غرا کر دیکھا۔ سرائے کا مالک ایک لکڑی کے تخت پر بیٹھا تیتر کو دانہ ڈال رہا تھا۔ عنبر نے اُس سے پوچھا:

"یہاں ایک سوداگر ٹھہرا ہوا ہے۔ جو ملک یمن سے آیا ہے اور خوش شکل جوان ہے۔ نام اُس کا یورکا ہے۔"

"تم اُسے ڈیوڑھی کے ساتھ والے کمرے میں مل سکتے ہو۔"

عنبر شکریہ ادا کر کے ڈیوڑھی سے گزر کر ساتھ والے کمرے میں آ گیا۔ اُس نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے یورکا نے پوچھا:

"کون ہے باہر؟"

عنبر نے دروازے کے ساتھ منہ لگا کر کہا:

"میں ہوں عنبر' دروازہ کھولو۔"

یورکا نے آہستہ سے دروازہ کھول دیا۔ عنبر کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ عنبر کھجور کی چٹائی پر بیٹھ گیا اور اُس نے پوچھا۔

"کیا زرکسیر کے بارے میں کچھ معلوم ہوا کہ وہ کہاں قید ہے؟"

یورکا نے کہا:

"ابھی تک صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ شاہی محل کے تہہ خانے میں بند ہے اور اُس پر بڑا سخت پہرہ لگا ہوا ہے کسی کو اُس کے پاس جانے کی اجازت نہیں۔ صرف ایک پہریدار اُس کے پاس آجا سکتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"مجھے گورنر کے شاہی محل تک تو رسائی حاصل ہو گئی ہے۔"

"وہ کیسے؟" یورکا نے حیرانی سے پوچھا۔

عنبر نے شروع سے لے کر آخر تک اُسے سارا واقعہ سنا دیا۔ یورکا

بہت خوش ہوا۔ اس لیے کہ زرکسیر کی رہائی کی سلسلے میں ایک بہت بڑا مرحلہ طے ہو گیا تھا۔ وہ شاہی محل تک تو پہنچ گئے تھے۔ عنبر نے یورکا کو سمجھایا وہ کل اس کے پاس شاہی مہمان خانے میں آئے گا۔ وہ سردار پر یہ ظاہر کرے گا کہ یورکا اس کا شاگرد ہے اور افریقہ سے جڑی بوٹیاں لے کر آیا ہے۔ پھر وہ اُسے گورز سے بھی ملائے گا۔ یوں وہ اس کو ساتھ لے کر گورز کے شاہی محل میں جاتا رہے گا اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت زرکسیر سے ملنے کی کوشش کی جائے گی۔

"یہ خیال بہت اچھا ہے۔ میں کل ہی تمہارے پاس جڑی بوٹیوں کی ٹوکری لے کر شاہی مہمان خانے میں پہنچ جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ ہم بہت جلد زرکسیر کو رہا کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

آدھی رات کا حملہ

دوسرے دن یورکا عنبر سے ملنے شاہی مہمان خانے پہنچ گیا۔

وہ اپنے ساتھ جنگلی جڑی بوٹیوں سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا بھی لایا۔ عنبر نے سپاہیوں کے سامنے گلے مِل کر اُس کا خیر مقدم کیا اور سردار سے یہ کہہ کر تعارف کروایا کہ یہ اس کا شاگرد یورکا ہے اور ملک افریقہ سے اُس کے لیے جڑی بوٹیاں لے کر آیا ہے۔ شام کو وہ گورنر کو دیکھنے شاہی محل میں گیا تو یورکا کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ اُس نے یورکا کو گورنر سے ملایا اور کہا:

''حضور! یہ میرا ہونہار شاگرد ہے۔ عمر میں مجھ سے برابر ہے مگر حکمت کا بہت شوق رکھتا ہے۔ ربِ عظیم نے چاہا تو ایک سال میں پورا طبیب بن جائے گا۔''

گورنر نے خوش ہو کر یورکا سے ہاتھ ملایا اور اُسے بھی انعام و اکرام

دینے کا اعلان کیا۔ یورکا عنبر کے کہنے پر گورنر کے لیے اپنے ساتھ بہت سے تحفے تحائف بھی لے گیا تھا۔ اب عنبر دن کا زیادہ حصہ شاہی محل میں یورکا کے ساتھ بسر کرتا۔ وہ شاہی باغ میں مختلف جڑی بوٹیوں پر یوں ہی غور کرتے رہتے۔ سپاہیوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے کہ وہ جنگلی بوٹیوں پر تحقیق کر رہے ہیں۔ کیونکہ شاہی باغ میں افریقہ اور عجم کے ملکوں کے بڑے بڑے عجیب و غریب درخت لگے ہوئے تھے۔ حقیقت میں وہ اس بات کے سراغ میں تھے کہ تہہ خانے کو راستہ کدھر سے جاتا ہے۔

ایک ہفتہ گزر گیا مگر وہ تہہ خانے کا راستہ تلاش نہ کر سکے اس دوران میں عنبر نے محل کے سپاہیوں کو اپنے اعتماد میں لے لیا تھا۔ وہ ہر جگہ بے روک ٹوک آجاتا۔ کوئی اسے کچھ نہ کہتا۔ ویسے بھی وہ گورنر قرطاجنہ کا چہیتا حکیم تھا۔ اس نے پھر سے گورنر کو نئی زندگی دی تھی؛

وگرنہ وہ کب کا مر چکا ہوتا۔ اس کے باوجود اسے وہ جگہ نہیں مل رہی تھی جہاں زرکسیر کو قید کر کے رکھا گیا تھا۔ اس کا یہ مسئلہ بھی قدرت نے خود ہی حل کر دیا۔ ہوا یوں کی زرکسیر خود قید خانے میں بیمار پڑ گیا۔ پہلے تو کسی نے پروانہ کی مگر جب اس کا بخار شدت اختیار کر گیا تو گورنر کو فکر دامن گیر ہوا۔ کیونکہ شاہ بابل بخت نصر کے جشنِ تاجپوشی تک زرکسیر کا زندہ رکھا جانا بہت ضروری تھا۔ اُس روز بادشاہ نے اُسے اپنے ہاتھوں قتل کرنا تھا۔ گورنر کو کسی حکیم پر اعتبار اور بھروسہ نہیں تھا۔ اُسے عنبر کا خیال آیا۔ کیوں نہ اُس سے زرکسیر کا علاج کرایا جائے۔ وہ اس محل میں اجنبی ہے۔ اُسے زرکسیر سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اُسے کیا معلوم تھا کہ اس محل میں عنبر کو سب سے زیادہ دلچسپی اگر کسی شے سے تھی تو وہ زرکسیر تھا۔ وہ محل کے باغ میں یورکا کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ شاہی سپاہی نے آ کر اُسے کہا کہ گورنر قرطاجنہ اُسے

یاد کر رہا ہے۔ عنبر فوراً گورنر کے محل میں پہنچ گیا۔ گورنر نے کہا:

"عنبر! ہم تم سے ایک خاص کام لینا چاہتے ہیں۔ چوں کہ ہم تم پر بہت بھروسہ کرتے ہیں اِس لیے تمہیں ہی اِس کام کے لیے چنا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"حضور! آپ کام بتایئے۔ میں آپ کے اعتماد کو ہرگز ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔"

"تو غور سے سنو! ہمارے پاس ہمارے شہنشاہ شاہِ بابل کا ایک خاص قیدی بطور امانت رکھا ہوا ہے۔ ایک ماہ بعد ہمیں اس قیدی کو بادشاہ کے جشنِ تاجپوشی پر واپس کرنا ہے۔ ہمارا یہ خاص قیدی زرد بخار میں مبتلا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کا علاج کرو لیکن سوائے تمہارے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے۔"

عنبر دل ہی دل میں بے حد خوش ہوا۔ اس کا کام تو خود گورنر

قرطاجنہ کے ہاتھوں ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی دلی خوشی چھپاتے ہوئے کہا:

"ایسا ہی ہو گا حضور! قیدی کا راز سوائے میرے اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ لیکن حضور سے اپنے شاگرد کے بارے میں ضرور اجازت چاہوں گا۔ اس لیے کہ میں اُس کو دُکھی اور بیمار لوگوں کی تیمارداری کے لیے تیار کر رہا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ وہ ہر مریض کو میرے ساتھ دیکھے تاکہ اُسے بھی تجربہ ہو۔"

گورنر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا:

"اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ کسی سے بات نہیں کرے گا تو تمہیں میری طرف سے اجازت ہے۔"

عنبر نے فوراً کہا:

"حضور! یور کا ہر وقت میرے پاس شاہی مہمان خانے یا پھر شاہی

باغ میں رہتا ہے۔ وہ شہر کبھی نہیں جاتا۔ اس کا یہاں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ وہ کسی سے بات نہیں کرے گا۔ اِس کی ذِمّے داری میں لیتا ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تم ابھی سپاہیوں کے ساتھ قید خانے جا کر مریض کو دیکھو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر حضور! میں ابھی دواؤں کا تھیلا لے کر حاضر ہوتا ہوں۔"

عنبر گورنر قرطاجنہ سے اجازت لے کر باغ میں آ گیا جہاں یورکا بے کار بیٹھا مکھیاں اُڑا رہا تھا اور سپاہیوں پر اپنی علمیت ظاہر کرنے کے لیے ایک بوٹی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ عنبر نے آتے ہی کہا:

"میرے ساتھ مہمان خانے تک چلو یورکا۔ ایک بہت ضروری کام آن پڑا ہے۔"

یورکا پوچھنے ہی والا تھا کہ کیا ضروری کام آن پڑا ہے کہ عنبر اُسے گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھ شاہی مہمان خانے کی طرف لے گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ بند کر دیا اور خوش ہو کر بولا:

"ہمارا مسئلہ اپنے آپ حل ہو گیا ہے یورکا۔"

"وہ کیسے؟"

عنبر نے گورنر کے ساتھ جو باتیں کی تھیں وہ ساری کی ساری بیان کر دیں اور یہ بھی بتا دیا کہ اُس نے یورکا کو ساتھ رکھنے کی بھی اجازت حاصل کر لی ہے۔ یورکا خوشی سے اچھل پڑا۔

"یہ تو بہت بڑا معرکہ سر ہو گیا ہے عنبر! میں ابھی تمہارے ساتھ چل کر زرکسیر سے ملتا ہوں۔"

"نہیں نہیں! ابھی تمہاری ملاقات کا وقت نہیں آیا۔ پہلے میں اس سے مل کر بات کرتا ہوں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے زرکسیر تمہیں اپنے سامنے

دیکھ کر حیرت سے کچھ کہہ دے اور سپاہیوں کو شک ہو جائے۔"

"یہ ٹھیک ہے تم خود اس سے ملو اور کہو کہ یورکا بھی میرے ساتھ محل میں موجود ہے۔"

عنبر دواؤں کا تھیلا لے کر گورنر کے محل میں پہنچ گیا جس نے بڑے محافظ اور پہریداروں کے سردار کو حکم دیا کہ عنبر کو ساتھ لے کر قید خانے میں جائے اور مریض کا علاج کرایا جائے۔ سردار نے سر جھکا کر سلام کیا اور عنبر کو ساتھ لے کر قید خانے کی سمت چل پڑا۔ محل کے کئی برآمدوں' غلام گردشوں اور کمروں سے گزر کر وہ ایک جگہ سے سیڑھیاں اُتر کر نیچے تہہ خانے میں آ گئے۔ یہاں ایک اور دروازہ تھا۔ جہاں ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اُس نے سردار کو آتے دیکھ کر جھٹ دروازہ کھول دیا۔ اس دروازے کے اندر ایک اور دروازہ تھا۔ یہ دروازہ اس اندھیر کوٹھڑی کا تھا جہاں زرکسیز نینوا کی شکست کھائی

ہوئی فوج کا سپہ سالار قید کی حالت میں اپنی موت کا انتظار کر رہا تھا۔

زرکسیر ایک پتھر کے چبوترے پر بیٹھا تھا۔ جس پر کھجور کی چٹائی بچھی تھی۔ زرکسیر نے ایک لمحے کے لیے اُن لوگوں کو دیکھا جو اُس کی کوٹھڑی میں داخل ہوئے تھے اور پھر سر جھکا کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ زرکسیر کا لباس پھٹا ہوا تھا۔ سردار نے کہا:

''زرکسیر' گورنر نے قرطاجنہ کی جانب سے یہ شاہی حکیم تمہارے علاج کے لیے آیا ہے۔ اس کے علاج سے تمہارا بخار جاتا رہے گا اور تم اچھے ہو جاؤ گے۔''

زرکسیر نے طنز انداز میں کہا:

''اپنے گورنر سے جا کر کہہ دو کہ جس کی قسمت میں بہت جلد جلاد کا کلہاڑا لکھا ہے اُس کا علاج کرانے کی کیا ضرورت ہے؟''

سردار بولا:

"میں یہاں تم سے بحث کرنے نہیں آیا۔ یہ حکیم تمہارا علاج کرے گا۔ تمہیں شاہِ بابل کے جشنِ تاجپوشی تک ہر حالت میں زندہ رہنا ہے۔"

زرکسیر کہنے لگا:

"اِس شاہی مسخرے حکیم کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور مجھے قدرتی موت مرنے دو۔ میں تمہارا علاج نہیں کراؤں گا۔"

عنبر نے حالات کا رخ کسی اور جانب جاتا دیکھا تو سردار کے کان میں کہا:

"سردار! یہ شخص بہت ضدی معلوم ہوتا ہے۔ آپ باہر کھڑے ہو جائیں۔ میں خود اِسے سیدھی راہ پر لے آؤں گا۔"

"بہتر۔۔۔ مگر یاد رکھنا۔ زرکسیر کا تندرست ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ گورنر قرطاجنہ کا حکم ہے۔"

"میں خوب جانتا ہوں سردار! آپ فکر نہ کریں۔ زرکسیر بالکل صحت مند ہو جائے گا۔"

سردار کوٹھڑی سے باہر نکل کر سلاخوں کی دوسری طرف پہریدار کے پاس کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے دواؤں کا تھیلا پتھر کے چبوترے پر رکھا اور دوائیں نکالتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا:

"میں ایک خاص پیغام لے کر آیا ہوں زرکسیر۔"

زرکسیر جو کہ سر جھکائے بیٹھا تھا اور بخار میں پھنک رہا تھا، سرگوشی پر چونکا اور عنبر کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ عنبر نے دوائی کی شیشی نکال کر چبوترے پر رکھی اور زرکسیر کی نبض دیکھتے ہوئے بولا:

"میری طرف حیرانی سے مت دیکھو۔ سردار کو شک ہو جائے گا۔ بس خاموش بیٹھے رہو اور سنو۔۔۔ میں ایک خاص مقصد کے لیے اس محل میں آیا ہوں اور وہ مقصد تمہیں یہاں سے رہا کروانا ہے۔ ملکہ

زندہ ہے۔ شہزادہ ماروت بھی زندہ ہے۔ شہزادے کو ہم نے ایک محفوظ مقام پر رکھا ہوا ہے۔ ملکہ بابل کے ایک قصبے میں قید ہے۔ میں اُس سے مل کر آ رہا ہوں۔ یورکا بھی میرے ساتھ ہے۔"

زرکسیر بڑی حیرانی اور خوشی کے ساتھ عنبر کی دھیمی سرگوشی سن رہا تھا۔ پھر عنبر نے اونچی آواز میں کہا:

"آپ لیٹ جائیں۔ بیٹھے رہنے سے آپ کا بخار زیادہ تیز ہو جائے گا۔"

زرکسیر عنبر کے کہنے کے مطابق چبوترے پر لیٹ گیا۔ عنبر نے کٹورے میں دوائی ڈال کر زرکسیر کو پلائی۔ یہ دوائی بہت اعلیٰ دوائی تھی اور عنبر کو یقین تھا کہ راتوں رات زرکسیر کا بخار ٹوٹ جائے گا۔

اُس نے سرگوشی میں کہا:

"میں کل پھر آؤں گا۔ میں اور یورکا آج رات کوئی منصوبہ تیار

کریں گے کہ تمہیں یہاں سے کس طرح رہا کرایا جائے۔"

عنبر نے دوائیاں تھیلے میں رکھیں اور کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔

سردار اُس سے بہت خوش تھا کہ اُس نے زر کسیر کو دوائی پینے پر آمادہ کر کے اسے دوا پلا دی۔ عنبر وہاں سے نکل کر سیدھا یورکا کے پاس گیا اور اسے ساری بات سُنا دی۔ یورکا نے کہا:

"اب سوال یہ ہے کہ زر کسیر کو یہاں سے کیسے نکالا جائے؟"

"یہی بات غور کرنے کے لائق ہے۔ قید خانے کے باہر بڑا سخت پہرہ ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہریداروں کی حمایت حاصل کی جائے۔ مگر ایسا ہو نہ سکے گا۔ ویسے بھی اس میں بات کے کھل جانے کا خطرہ ہے اور اگر کسی کو اس کی بھنک بھی پڑ گئی کہ ہم یہاں زر کسیر کو آزاد کرانے آئے ہیں تو گورنر فوراً ہم دونوں کی گردنیں قلم کروا دے گا۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

یہی میں سوچ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے اس سلسلہ میں کل زرکسیر سے ملاقات کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے۔"

دوسرے روز عنبر یورکا کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اس خیال سے کہ زرکسیر کو عنبر کی باتوں پر یقین آجائے۔ یورکا کو دیکھ کر زرکسیر کو بے حد خوشی ہوئی۔ اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لوگ واقعی اُسے وہاں سے رہا کرانے کے لیے آئے ہیں۔ اُس کا بخار بھی ٹوٹ چکا تھا۔ مگر عنبر نے سردار کو یہی ظاہر کیا تھا کہ ابھی مریض کا بلا ناغہ دوائی پلانے اور اُس کی دیکھ بھال کی اشد ضرورت ہے۔ عنبر اور یورکا زرکسیر کے پاس بیٹھے اُسے دوائی پلا رہے تھے۔ یورکا زرکسیر کے ماتھے کی مالش کر رہا تھا۔ سردار حسب معمول باہر چلا گیا تھا۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ یہ لوگ زرکسیر کو وہاں سے بھگا کر لے جانے

کے لیے آئے ہیں۔

یورکا نے سرگوشی میں زرکسیر سے کہا:

”ہماری وفادار فوج کے سپاہی یمن کے سرحدی گاؤں میں ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ نینوا کے عوام ہمارے ساتھ ہیں۔ وہ شاہ بابل بخت نصر کے ظلم کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ ہیں۔“

زرکسیر نے بھی سرگوشی میں جواب دیا:

”یہ بات ہمارے حق میں جاتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ میں یہاں سے کیسے فرار ہو سکوں گا۔ یہاں تو قدم قدم پہ پہرہ لگا ہے۔“

یورکا نے کہا:

”اس کا بندوبست ہم کرلیں گے۔ آپ اطمینان سے رہیں۔ بہر حال آپ ہر وقت تیار رہیے گا۔ ہم کسی وقت بھی آپ کو یہاں سے لینے کے لیے آ سکتے ہیں۔“

"میں تو ہر وقت فرار ہونے کے لیئے تیار ہوں۔"

عنبر نے دوائی پلا کر زرکسیر سے فرار کے بارے میں دو چار باتیں کیں اور پھر وہ یورکا کو ساتھ لے کر کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔ وہ رات بھر بیٹھے اسی بات پر سوچ بچار کرتے رہے کہ زرکسیر کو کیسے قید سے نکالا جائے۔ اچانک عنبر نے کہا:

"اگر ہم کسی طرح پہریدار کو بے ہوش کر دیں تو زرکسیر کو وہاں سے بھگا کر لے جا سکتے ہیں۔"

"بے ہوشی کی دوائی تو میرے تھیلے میں موجود ہے۔"

"تو پھر انتظار کس بات کا ہے؟"

ٹھیک ہے میں آدھی رات کو قید خانے میں دوائی پلانے کے بہانے جاؤں گا اور پہریدار کو بے ہوش کر کے زرکسیر کو اپنے ساتھ لے آؤں گا۔ مگر تمہارا فرض یہ ہے کہ محل سے باہر برق رفتار گھوڑے

تیار ہونے چاہئیں۔"

"یہ کام میں کرلوں گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، ہم کل رات زرکسیر کا یہاں سے بھگا کر لے جائیں گے۔"

فرار کی رات آ گئی۔ زرکسیر جھوٹ موٹ کا بیمار بنا ہوا تھا اور عنبر کی ہدایت کے مطابق وہ سارا دن ہائے ہائے کرتا رہا تھا۔ عنبر نے سردار سے کہا:

"مجھے آج رات کو بھی دوائی پلانے کے لیے آنا پڑے گا۔"

سردار کہنے لگا:

"گورنر بہت فکر مند ہے کہ زرکسیر کو آرام کیوں نہیں آ رہا۔"

"اس کی وجہ محض یہ ہے کہ قید خانے میں تازہ ہوا بہت کم آتی ہے۔ گورنر سے کہیے کہ کل تک زرکسیر کی بیماری ختم ہو جائے گی۔ آج

آدھی رات کو میں ایک خاص دوائی پلا رہا ہوں۔"

"بہت خوب۔"

عنبر شاہی مہمان خانے میں واپس آیا تو یورکا اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے اُسے بتایا کہ گھوڑوں کا بندوبست ہو گیا ہے۔۔۔ تین برق رفتار گھوڑے شاہی محل کے عقبی باغ میں ہمیں آدھی رات کو بالکل تیار ملیں گے۔ عنبر اُسی وقت دوائی کا تھیلا لے کر قید خانے میں زرکسیر کے پاس آ گیا۔ اُس نے اُسے جھوٹ موٹ کی دوائی پلائی۔ اس کے ماتھے پر تیل کی مالش کی اور سرگوشی میں کہا:

"آج رات تیار رہنا زرکسیر، میں تمہیں اپنے ساتھ لینے آدھی رات کے وقت آؤں گا۔ شاہی محل کے پچھواڑے یورکا گھوڑے لیے ہمارے انتظار میں تیار کھڑا ہو گا۔"

"میں تیار رہوں گا عنبر۔"

عنبر نے تھیلا اٹھایا اور پہریدار سے مسکرا کر بات کر کے واپس چلا گیا۔

رات گہری ہونا شروع ہوگئی۔ شاہی محل میں آدھی رات کے وقت ہر طرف گہری خاموشی چھاگئی۔ عنبر اور ریورکا نے فرار کا پورا پورا انتظام کرلیا تھا۔ آدھی رات گزر گئی تو یورکا شاہی محل کے پچھلے دروازے سے نکل کر عقبی باغ میں گھوڑوں کے پاس جا کر کھڑا ہوگیا۔ دوسری طرف عنبر نے دوائی کی شیشی اٹھائی اور زرکسیر سے ملاقات کرنے قید خانے کی طرف آگیا۔ پہریدار نے دروازہ کھول دیا۔ اُس کو اطلاع دی جا چکی تھی کہ عنبر رات کو قیدی کو دوا دینے آئے گا۔ زرکسیر بالکل تیار تھا۔ عنبر نے اُسے دوائی پلائی اور کہا:

''سب کام بالکل تیار ہے۔''

''مگر یہ پہریدار؟''

"اِس کا ابھی بندوبست کرتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر عنبر نے پہریدار کو آواز دے کر اندر بلایا۔ وہ اندر آیا تو عنبر نے کہا:

"ذرا اس شیشی کو ہاتھ میں تھامے رکھو میں مریض کے ماتھے پر مالش کرلوں۔"

پہریدار دوائی کی شیشی اٹھانے کے لیے نیچے جھکا تو پلک جھپکنے کے اندر اندر عنبر نے کسی تیز دوائی میں بھگویا ہوا رومال جیب سے نکال کر پہریدار کی ناک پر رکھ دیا۔ یہ دوا اس قدر تیز تھی کہ پہریدار کے ہاتھ پاؤں ایک دم ڈھیلے ہو گئے اور وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا۔

عنبر اور زرکسیر نے مل کر اُسے اٹھایا اور چبوترے پر لٹکا دیا۔ عنبر نے کہا:

"فوراً اپنے کپڑے اسے پہنا دو اور اِس کے کپڑے خود پہن لو۔ میں دروازے پر نظر رکھتا ہوں۔"

زرکسیر نے ایک پل بھی ضائع نہ کیا اور جھٹ پٹ اپنے کپڑے پہریدار کو پہنا دیے اور اُس کی وردی پہن کر لوہے کا ٹوپ سر پر رکھ لیا اور ہاتھ میں تلوار تھام لی۔ وہ عنبر کے ساتھ قید خانے کا دروازہ بند کر کے فوراً باہر نکل آیا۔ دونوں زینے کی سیڑھیاں چڑھتے اوپر آ گئے۔ برآمدے میں دور تک گہری خاموشی تھی۔ وہ برآمدے میں سے گزر کر اوپر صحن میں آئے تو سامنے سے ایک پہریدار نے آواز دی۔

"کون ہے؟"

"شاہی حکیم ہوں۔ پہریدار کو ساتھ لے کر دوائی پلانے جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔"

عنبر زرکسیر کو لے کر اس طرف آ گیا۔ جہاں شاہی محل کا ایک چور دروازہ تھا۔ اس دروازے پر ایک سپاہی چوبیس گھنٹے پہرے پر رہتا

تھا۔ عنبر وہاں پہنچا تو پہریدار نے آگے بڑھ کر پوچھا:

"کون ہو تم؟"

"عنبر۔۔۔ شاہی حکیم۔"

"تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ یہ تمہارے ساتھ پہریدار کیوں ہے؟"

"میں اسے لے کر جنگل میں......"

عنبر کو کوئی اور جواب نہ سوجھ رہا تھا۔ پہریدار کو شک ہوا۔ اُس نے آگے بڑھ کر زر کسیر کو دیکھا۔ وہ اُسے ایک ہی نظر میں پہچان گیا۔ کیونکہ ایک مہینہ وہ زر کسیر کا بھی پہریدار رہ چکا تھا۔ اُس کے منہ سے چیخ نکلنے ہی والی تھی کہ زر کسیر کا تلوار والا ہاتھ فضا میں بلند ہوا۔ اور دوسرے لمحے پہریدار کا جسم دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔

"جلدی نکلو یہاں سے زر کسیر۔"

وہ بڑی تیزی کے ساتھ محل کے چور دروازے سے نکل کے دوڑتے ہوئے باغ کے اس حصے میں آگئے جہاں یورکا گھوڑے لیے بڑی بے تابی سے ان کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے عنبر اور زرکسیر کو اپنی طرف دوڑ کر آتے ہوئے دیکھا تو گھوڑے کھول دیے۔ وہ تینوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں سرپٹ دوڑاتے شہر کے اُس حصے کی طرف روانہ ہوگئے جہاں فصیل کے دروازے پر آدھی رات کو صرف ایک چوکیدار ہوتا تھا۔ دروازے سے کچھ دور عنبر نے یورکا اور زرکسیر کو درختوں کی اوٹ میں کھڑا کیا اور خود گھوڑا لے کر چوکیدار کے پاس گیا۔ چوکیدار نے نیزہ تان کر پوچھا۔

"کون ہو تم۔ کہاں جا رہے ہو؟"

عنبر گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور چوکیدار سے کہنے لگا وہ عنبر شاہی حکیم ہے اور شہر کی سیر کر رہا ہے۔ چوکیدار اسے پہچانتا تھا۔ اسے معلوم

تھا کہ یہ حکیم اکثر راتوں کو شہر کی سیر کیا کرتا ہے۔ وہ عنبر سے کہنے لگا کہ وہ گورنر سے سفارش کرے کہ اُسے فصیل شہر کی پہریداری سے ہٹا کر شاہی محل میں لگا دیا جائے۔ عنبر نے کہا کہ وہ ضرور اُس کی سفارش کرے گا۔ اِس دوران میں عنبر نے جیب سے رومال نکال لیا تھا۔ پھر اچانک اس نے رومال پہریدار کی ناک سے لگا دیا اور پہریدار بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ عنبر نے جانور کی آواز نکال کر زر کسیر اور یورکا کو بلایا اور انہیں ساتھ لے کر قرطاجنہ شہر کی چاردیواری سے باہر نکل گیا۔ اب وہ تینوں آزاد تھے اور انہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔

ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ وہ صبح ہونے سے پہلے پہلے قرطاجنہ سے اتنی دور نکل جائیں کہ گورنر کے سپاہی اُس کا پیچھا بھی کریں تو انہیں نہ پا سکیں۔

ملکہ کا فرار

وہ تینوں سرپٹ گھوڑے دوڑاتے انگوروں کے باغ میں پہنچ گئے۔
انہیں یہاں سے شہزادے کو بھی ساتھ لینا تھا۔ حبشی غلام حانو
شہزادے کے پاس تہہ خانے میں سو رہا تھا۔ انہوں نے حانو کے چچا
کو جگایا۔ چچا انہیں تہہ خانے میں لے گیا۔ فوراً شہزادے اور حانو کا
جھگا کر تیار کروایا گیا۔ باہر دو گھوڑے بندھے ہوئے تھے شہزادہ اور
حانوان پر سوار ہوئے اور یہ پانچوں سوار چچا کا شکریہ ادا کر کے بڑی
تیزی کے ساتھ گھوڑوں کو دوڑاتے۔ انگوروں کے باغ سے نکل کر
ملک یمن کی طرف روانہ ہو گئے۔ راتوں رات وہ کافی دور نکل آئے
اور جب سورج طلوع ہوا تو وہ قرطاجنہ سے اتنے فاصلے پر تھے کہ گورنر
کے سپاہی چاہے جتنی تیزی سے پیچھا کرتے وہ ان تک نہیں پہنچ سکتے
تھے۔

مگر اس وقت تک عنبر کے ساتھی بہت دور نکل چکے تھے۔ وہ ایک پَل کے لیے بھی آرام کیے بغیر مسلسل گھوڑے دوڑاتے سفر کر رہے تھے۔ دن بھر دھوپ میں سفر کرتے رہے۔ رات کو انہوں نے تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ گورنر کے سپاہی بہت پیچھے ان کے تعاقب میں چلے آ رہے تھے۔ جس وقت سپاہی رات کو آرام کر رہے تھے۔ اُس وقت عنبر کے ساتھی گھوڑے دوڑاتے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ دوسرے روز بھی وہ شام تک سفر کرتے رہے۔ رات کو ایک جگہ تھوڑی سی دیر آرام کیا۔ گھوڑوں کو چارہ کھلا کر پانی وغیرہ پلایا اور پھر ان پر سوار ہو کر چل پڑے۔ شہزادہ گھوڑے پر بیٹھ کر مسلسل سفر کرنے سے تھک گیا تھا۔ مگر یہ اس کی اور اس کے وفادار ساتھیوں کی زندگی اور موت کا معاملہ تھا۔ وہ چپ چاپ یہ تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ تیسرے روز بھی ان کا سفر جاری رہا۔

چوتھے روز حبشی غلام کا گھوڑا تھک کر اچانک گرا اور اُس نے دم توڑ دیا۔ وہ شہزادے کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور سفر جاری رکھا۔ پانچویں روز وہ بابل کی سرحدوں سے بہت دور شمال مغربی پہاڑی سلسلے میں پہنچ گئے۔ اُن کی رہنمائی یورکا کر رہا تھا۔ یہی وہ پہاڑیاں تھیں جن کے غاروں میں زرکسیز کی حامی اور وفادار فوج کے بچے کھچے سپاہی روپوش تھے۔ شام ہونے سے پہلے یورکا انہیں لے کر ایک اونچے پہاڑ کے دامن میں آ گیا۔ یہاں ہر طرف جنگلی جھاڑیوں کے درمیان نوکیلی چٹانیں کھڑی تھیں۔ پہاڑ کے دامن میں بے شمار چکر کاٹنے کے بعد یہ لوگ ایک چھپے ہوئے غار کے اندر داخل ہو گئے اس غار کے آدھے منہ کو پتھروں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ غار کے اندر پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ یورکا نے کافی آگے جا کر ایک جگہ کھڑے ہو کر کسی جانور کی آواز نکالی اور پھر وہ کان لگا کر سننے لگا۔ دوسری تیسری

بار آواز نکالنے کے بعد دوسری طرف سے بھی اُسی طرح جانور کے بولنے کی آواز سنائی دی۔

"وہ لوگ موجود ہیں۔"

یورکا نے کہا اور زرکسیر' عنبر' شہزادے اور جانو کو لے کر جدھر سے آواز آئی تھی ادھر کو چل پڑا۔ غار کے کئی ایک موڑ گھومنے کے بعد وہ ایک نسبتاً کھلی جگہ پر آ گئے۔ وہ پہاڑ کی اونچی چھت کے نیچے کھڑے ہو کر ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے بہت سے سپاہی خوشی سے نعرہ لگاتے نمودار ہوئے اور انہوں نے زرکسیر کو گھیر لیا۔

"سردار! آپ کو نئی زندگی مبارک ہو۔ یورکا آپ ہمارے سپہ سالار کو لانے میں کامیاب ہوئے۔ ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔"

یورکا اور زرکسیر نے شہزادے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اور انہیں نہیں پہچانا۔ یہ ہمارا شہزادہ ماروت ہے۔ نینوا کے تخت کا واحد وارث۔"

سپاہیوں نے شہزادے کے حق میں تلواریں بلند کر کے نعرے لگائے اور اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ نینوا سے دشمن کو نکال کر تہہ تیغ کرنے میں کبھی دریغ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد یورکا نے سپاہیوں سے عنبر کا تعارف کرایا اور کہا کہ اگر یہ شخص نہ ہوتا تو ہم زرکسیر کو کبھی دشمن کی قید سے رہائی نہ دلا سکتے تھے۔ سپاہیوں نے ایک ایک کر کے عنبر سے ہاتھ ملایا۔ اس کے بعد وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور آئندہ کے بارے میں منصوبے تیار کرنے لگے۔ زرکسیر کو معلوم ہوا کہ باقی وفادار فوج کے بکھرے ہوئے سپاہی بھی ملک ملک سے فرار ہو کر اسی غار میں آرہے ہیں۔ اس جگہ وہ اپنی فوجی طاقت کو پھر سے جمع کر کے نینوا پر حملہ کر سکتا تھا۔ مگر سب سے پہلے ملکہ کو دشمن کی قید سے

رہا کروانا بہت ضروری تھا۔ اگر وہ ملکہ اور شہزادے کو لے جا کر نینوا کے عوام کے سامنے کھڑا کر دیں تو انہیں یقین تھا کہ لوگ دشمن کے سپاہیوں کی تکا بوٹی کر دیں گے۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ نہیں تھے کہ شاہ بابل کی فوج کا مقابلہ کر سکتے۔ مگر چونکہ انہیں نینوا کی عوام کی حمایت حاصل تھی۔ اس لیے ان کی فوج بے شمار تھی اور انہیں یقین تھا کہ وہ دشمن کو شکست دے کر نینوا سے نکال دینے پر ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے باوجود عنبر کو فتح کے بارے میں شک تھا۔ اس نے زرکسیر سے کہا:

''آپ فوج کے سپہ سالار ہیں۔ کیا آپ کو پورا بھروسہ ہے کہ آپ اپنی مٹھی بھر فوج اور نہتے عوام کے ساتھ شاہِ بابل کی یلغار کا مقابلہ کر سکیں گے؟''

زرکسیر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر سر اٹھا کر بولا:

”اس کے لیے ہمیں کسی دوسری طاقت سے مدد لینا پڑے گی۔“

”یہی تو میں کہہ رہا تھا۔“ عنبر نے فوراً جواب دیا۔ ”اگر ہم کسی طرح اُر کے بادشاہ حمور بی کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہم نہ صرف نینوا پر قبضہ کر سکتے ہیں بلکہ شہر بابل کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا سکتے ہیں۔“

یورکا نے کہا:

”کیا حمور بی ہماری حمایت اور مدد کرنے پر تیار ہو جائے گا؟“

عنبر نے کہا:

”اُس کے ایک صوبے کا آدھا حصہ شاہِ بابل نے ہڑپ کر لیا ہے۔ ہم حمور بی کو شاہ بابل کے خلاف اُکسا سکتے ہیں۔ اُس کی فوج بھی زیادہ ہے اور آج کل وہ بہت زور شور سے جنگی طاقت میں اضافہ کر رہا ہے جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ شاہ بابل بخت نصر کے

ملک پر چڑھائی کا ارادہ رکھتا ہے۔"

زرکسیر نے کہا:

"اگر ہم تھوڑی سی کوشش کریں تو حمورابی کو اپنے ساتھ شامل کر سکتے ہیں۔ ہم اسے یقین دلائیں گے کہ بادشاہ کی وفادار فوج اور نینوا کے عوام اس کے ساتھ ہوں گے۔ اس سے زیادہ اُسے اور کیا چاہیے؟"

یورکا نے کہا:

"میرا خیال ہے کہ حمورابی سے بات کرنے کے لیے میں اور عنبر جاتے ہیں۔"

زرکسیر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مگر اس وقت سب سے اہم کام ملکہ عالیہ کو بخت نصر کی قید سے نجات دلانا ہے۔"

عنبر کہنے لگا:

"یہ کام میں اکیلا ہی کرلوں گا۔ میں آج رات ہی بابل کی طرف نکل جاؤں گا اور پہلے سرحدی شہر کی حویلی میں جا کر ملکہ عالیہ کو قید سے چھڑا کر اپنے ساتھ لانے کی جان توڑ کوشش کروں گا۔"

یورکا بولا:

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

"بہتر ہے۔"

انہوں نے راتوں رات بعض ضروری تیاریاں شروع کر دیں۔ زرکسیر نے انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے ملکہ عالیہ کو لے کر وفادار فوجوں کے پاس غار میں پہنچ جائیں۔ منہ اندھیرے عنبر اور یورکا گھوڑوں پر سوار ہو کر بابل کے سرحدی گاؤں کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ وہ سارا دن چلتے رہے۔ وہاں سے بابل کے

سرحدی گاؤں کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ ایک رات پہاڑوں میں آرام کرنے کے بعد وہ دوسرے روز دوپہر کے وقت بابل کی سرحد پر تھے۔ پہریداروں نے ان سے حسبِ معمول پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ اور بابل میں کیوں جا رہے ہیں۔ عنبر نے اپنا وہی پرانا جواب دہرایا کہ وہ حکیم ہے اور یورکا اس کا شاگرد ہے۔ وہ افریقہ سے بابل میں بیماروں کا علاج کرنے اور روزی کمانے آئے ہیں۔ پہریدار نے کہا:

"پہلے ہمارے سردار کی سردرد تو دور کر کے دکھاؤ۔"

"کہاں ہے تمہارا سردار؟"

"اندر لیٹا ہوا ہے۔"

عنبر یورکا کو ساتھ لے کر سردار کی کوٹھڑی میں آ گیا۔ چوکی کا سردار ایک تخت پر چت لیٹا سر درد سے تڑپ رہا تھا۔

عنبر نے اس نے نبض دیکھی اور پوچھا:

"درد آدھے سر میں ہوتا ہے یا پورے سر میں؟"

سردار نے کہا:

"پورے سر میں بڑا خوفناک درد ہو رہا ہے۔ دیوتاؤں کے لیے حکیم ہو تو ایسی دوا دو کہ اس عذاب سے جان چھوٹے۔"

"ابھی علاج کیے دیتا ہوں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔"

عنبر نے ایک شیشی میں سے سرخ رنگ کی دوائی نکال کر اس کے چند قطرے سردار کے حلق میں ڈالے اور اس کے ماتھے پر ایک خاص قسم کے تیل سے مالش شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر میں سردار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا درد سر غائب ہو چکا تھا۔ وہ عنبر سے بہت خوش ہوا اور اس نے عنبر کو سونے کے سکے پیش کیے اور پوچھا:

"تم کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟"

عنبر نے اسے بتایا کہ وہ ملک افریقہ سے آیا ہے اور بابل میں

جا کر دُکھی بیماروں کا علاج کر کے اپنی روزی کمانے کا ارادہ رکھتا ہے
سردار نے اسی وقت انہیں سرحد پار کرنے کی اجازت دے دی اور
وعدہ لیا کہ سرحدی چوکی پر پھیرا ضرور مارا کرے گا۔ عنبر نے اُسے
احتیاطاً بتا دیا کہ اس کی ایک خالہ بابل میں رہتی ہے۔ وہ اپنے بیٹے
سے ملاقات کرنے واپس افریقہ جانا چاہتی ہے۔ اگر وہ تیار ہو گئی تو
اُسے واپس لے جاتے ہوئے وہ چوکی پر ضرور آئے گا۔

"ضرور آنا، ہم تمہاری خالہ کو تحفے دیں گے۔"

"شکریہ آپ کا سردار، اب اجازت دیجیے۔"

سردار سے اجازت لے کر عنبر اور یورکا بابل کی سرحد میں داخل
ہو گئے اور گھوڑے دوڑاتے اس بستی کی طرف چل پڑے جس کی ایک
حویلی میں ملکہ نینوا قید تھی۔ عنبر کو اس بستی کا راستہ معلوم تھا۔ وہ سارا دن
سرحد کے اندر سفر کرتے رہے اور شام کو اس بستی کے قریب پہنچ گئے۔

عنبر نے یورکا سے کہا کہ اب اُسے بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ حویلی کے سپاہیوں کو کسی حالت میں بھی شک نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ملکہ کو رہا کروانے آئے ہیں۔ یورکا نے پوچھا:

"کیا سپاہی تمہیں جانتے ہیں عنبر؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

وہ مجھے مقدس انسان سمجھتے ہیں۔ تم چل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا کہ وہ میری کس قدر عزت کرتے ہیں' لیکن صرف ان کے عزت کرنے سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمیں بڑی حکمت عملی اور سوجھ بوجھ سے کام لینا ہوگا۔"

اب وہ باتیں کرتے ہوئے حویلی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ حویلی کے باہر مشعل روشن تھی۔ دو سپاہی دروازے پر ننگی تلواریں کندھے پر رکھے پہرہ دے رہے تھے اور دو سپاہی زمین پر بیٹھے کچھ کھا پی رہے

تھے۔ انہوں نے دو گھوڑ سواروں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو کھانا پینا چھوڑ کر تلواریں کھینچ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ عنبر اور یورکا پاس جا کر گھوڑوں سے اتر پڑے۔ ایک سپاہی نے للکار کر کہا:

"کون ہو تم' دوست یا دشمن؟"

"ہم دوست ہیں۔" عنبر نے کہا۔

سپاہی قریب آ گئے۔ انہوں نے عنبر کو دیکھا تو جھٹ تلواریں نیام میں کر لیں اور جھک کر بڑے ادب سے سلام کیا۔

"اے مقدس انسان' آپ کا آنا مبارک ہو۔"

انہوں نے فوراً زمین پر دسترخوان لگا دیا اور اندر سے طرح طرح کے کھانے لا کر چن دیے۔ عنبر اور یورکا نے وہ کھانے پیٹ بھر کر کھائے اُس نے سپاہیوں سے یورکا کا تعارف کرواتے ہوئے کہا:

"یہ میرا غلام ہے یورکا۔ مگر میں نے اسے آزاد کر دیا ہے اور اب

میرے ساتھ میرے بھائی کی طرح رہتا ہے۔ یہ مجھ سے حکمت اور جادو سیکھ رہا ہے۔"

رات کو حویلی کے تمام سپاہیوں نے "مقدس انسان" عنبر کے آنے کی خوشی میں بڑا جشن منایا اور دیر تک گانے گاتے اور رقص کرتے رہے۔ پھر وہ سارے بے سدھ ہو کر سو گئے۔ صرف وہی پہریدار جاگتے رہے جو ملکہ نینوا کی کوٹھڑی کے باہر پہرہ دیتے تھے۔

عنبر نے یورکا سے کہا کہ وہ آرام سے کمرے میں لیٹا رہے۔

"میں ملکہ سے ملنے جا رہا ہوں۔ میں انھیں تمام حالات سے باخبر کر کے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شہزادے اور زرکسیز کو ہم لے آئے ہیں اور اب وہ بھی چلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

اس کے بعد عنبر ملکہ عالیہ کی کوٹھڑی کی طرف آ گیا۔ اُس نے پہریدار سے کہا کہ وہ ملکہ سے ملنا چاہتا ہے۔ پہریدار عنبر کی کرامات کو

دیکھ چکے تھے اور اس سے مرعوب بھی تھے۔ اِس لیے انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا اور وہ ملکہ کی کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ ملکہ پتھر کے چبوترے پر لیٹی ہوئی تھی۔ عنبر نے قریب جا کر سرگوشی میں کہا:

"ملکہ عالیہ! میں عنبر ہوں۔ وقت بہت کم ہے میری بات غور سے سنیں۔"

عنبر کو دیکھ کر ملکہ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی:

"کیا میرا بیٹا زندہ ہے؟"

"ہاں ملکہ عالیہ! شہزادہ زندہ ہی نہیں بلکہ ہم نے اسے ایک محفوظ مقام پر چھپا دیا ہے۔ حبشی غلام اور زر کسیر بھی اُس کے ساتھ ہے۔"

"کیا زر کسیر کو رہا کرا لیا گیا ہے؟"

"شی! خدا کے لیے آہستہ بولیں۔ میں بہت بڑا خطرہ مول لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ زر کسیر کو ہم نے رہا کرا لیا ہے۔ اب ہم

آپ کو یہاں سے لینے آئے ہیں۔ یورکا بھی میرے ساتھ ہے۔ آپ کل رات کے آخری حصے میں تیار رہیے گا۔"

ملکہ کچھ پوچھنے ہی والی تھی کہ عنبر جلدی سے کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔ اُس نے پہریدار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُسے سونے کے چند سکے دیے۔ جنہیں پا کر پہریدار بے حد خوش ہوا اور عنبر کو سلام کرنے لگا۔

عنبر نے اپنے کمرے میں آ کر یورکا کو بتایا کہ وہ ملکہ سے مل آیا ہے۔ کل رات ملکہ تیار ہوں گی اور ہمیں انہیں یہاں سے نکال کرلے جانا ہے۔

"مگر وہ کیسے؟" یورکا نے پوچھا۔

"تم دیکھتے رہو۔"

"عنبر نے صبح بیدار ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ آج رات حویلی کے تمام سپاہیوں کی وہ دعوت کر رہا ہے۔ سپاہی بے حد خوش ہوئے۔ عنبر

نے فوراً بازار سے چھ سات بکرے منگوا کر ذبح کر دیے۔ شام کو دستر خوان پر قسم قسم کا بھنا ہوا گوشت اور مٹھایاں چُن دی گئیں۔ سپاہی خوشی سے نعرہ لگاتے ہوئے کھانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس دوران عنبر نے چھپ کر انگور کے رس سے بھرے ہوئے بڑے مٹکے میں ایک بے ہوش کر دینے والی دوائی کا سفوف ملا دیا تھا۔

اس دوائی کو پینے کے ایک گھنٹے بعد یہ سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ بس وہی وقت ہو گا ملکہ عالیہ کو یہاں سے نکال کر لے جانے کا۔ ہمیں بالکل تیار رہنا چاہیے۔"

"ہم تیار ہیں عنبر۔"

دعوت ختم ہو گئی۔ سپاہی ٹولیوں میں بٹ کر گیت گانے اور رقص کرنے لگے۔ پھر انہیں غنودگی محسوس ہونے لگی اور ایک ایک کر کے زمین پر گر کر بے ہوش ہونا شروع ہو گئے۔ سپاہیوں کے کمانڈر نے

جب تمام سپاہیوں کو بے ہوش ہو کر گرتے دیکھا تو اُسے کچھ شک ہوا۔ جب اُس کا بھی سر چکرانے لگا تو وہ سمجھ گیا کہ ان کے ساتھ بہت بڑا دھوکہ کیا گیا ہے اُس نے جھٹ تلوار نکال کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ یورکا ذرا پرے کھڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ بھاگ کر عنبر کی جان بچائے کمانڈار کی تلوار عنبر کے سینے میں اتر چکی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی کمانڈار پر دوائی نے اثر کر دیا اور وہ تلوار کا دستہ عنبر کے سینے میں ہی کھبا ہوا چھوڑ کر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ یورکا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ کیوں کہ وہ صاف دیکھ رہا تھا کہ تلوار پوری کی پوری عنبر کے سینے میں اتر چکی ہے اور اُس کی موت یقینی تھی۔

مگر دوسرے لمحے جو منظر اُس نے دیکھا وہ پہلے سے زیادہ حیران کر دینے والا تھا۔ عنبر نے کھڑے کھڑے بائیں ہاتھ سے تلوار اپنے سینے سے کھینچ کر نکالی اور پرے پھینک دی۔ نہ تو اس کے سینے پر کوئی

زخم لگا اور نہ خون کا کوئی قطرہ بہا۔ عنبر نے یورکا سے کہا:

"میری طرف دیکھنے کی بجائے اُوپر چلو' ملکہ کو آزاد کروانا ہے۔"

"مگر۔۔۔مگر تم زندہ کس طرح ہو؟"

عنبر نے جھنجھلا کر کہا:

"یہ بعد میں پوچھ لینا یورکا۔ پہلے اوپر چل کر ملکہ عالیہ کو قید سے نکالو۔"

وہ دونوں بھاگتے ہوئے ملکہ کی کوٹھڑی میں گئے اور بولے:

"ملکہ عالیہ' جلدی سے ہمارے ساتھ نکل چلیے۔ حویلی کے تمام سپاہی بے ہوش کر دیے گئے ہیں۔"

ملکہ اٹھ کر ان کے ساتھ چل پڑی۔ وہ حویلی سے باہر آ گئے۔

آسمان پر رات کے نیلے ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ رات آدھی گزر چکی تھی۔ وہ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور گھوڑے بابل کی سرحد کی

طرف ڈال دیے گئے۔ باقی آدھی رات اور آدھا دن وہ برابر گھوڑے
پر بیٹھے انہیں برق رفتاری سے دوڑاتے سفر کرتے رہے۔ تیسرے
پہر وہ سرحد چوکی کے قریب پہنچے تو عنبر نے گھوڑا روک لیا۔ اس نے
ملکہ کو چادر میں لپیٹ کر گھوڑے پر یوں ڈال دیا کہ معلوم ہو وہ بہت
زیادہ بیمار ہے۔ اور خود گھوڑے کی باگ تھام کر یورکا کے ساتھ پیدل
چلتا چوکی پر پہنچ گیا۔ یہ آخری مرحلہ بڑا نازک مرحلہ تھا۔

عنبر کو تو اپنی جان کی فکر نہیں تھی، کیوں کہ اس کو تو کوئی بھی نہیں مار
سکتا تھا۔ اُسے یورکا اور ملکہ کی فکر تھی۔ اگر پہریدار کو ذرا سا بھی شک
ہو گیا تو وہ ان دونوں کو کبھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ عنبر نے گھوڑا سرحد
کی چوکی کے باہر کھڑا کیا اور خود اندر چلا گیا۔ اندر اُس کا دوست
کمانڈر تخت پر نیم دراز انجیروں کا ٹوکرا آگے رکھے انجیر کھا رہا تھا۔ وہ
عنبر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

”دوست، تم اتنی جلدی آ گئے؟ کیا واپس جا رہے ہو؟“

عنبر نے غمگین چہرہ بنا کر کہا:

”جس وقت میں خالہ کے ہاں پہنچا تو وہ بہت سخت بیمار تھیں۔ میں نے علاج شروع کیا تو کہنے لگیں کہ میں اب مر رہی ہوں۔ میرا علاج بے کار ہے۔ دیوتاؤں کے لیے مجھے واپس میرے بیٹے کے پاس لے چلو۔ میں آخری بار اپنے بیٹے کی شکل دیکھ کر مرنا چاہتی ہوں۔“

کمانڈار نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

”یہ تو بڑی افسوس ناک بات ہو گئی۔ دیوتا تمہاری خالہ کو صحت دیں، کہاں ہیں وہ؟“

”وہ باہر گھوڑے پر پڑی کراہ رہی ہیں۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم سرحد عبور کر کے جلدی سے جلدی خالہ کو اس کے بیٹے کے پاس پہنچا

سکیں۔"

"ضرور ضرور' لیکن کیا میں تمہاری خالہ کی مزاج پرسی نہیں کر سکتا؟"

عنبر پریشان ہو گیا۔ کماندار اس دوران میں کوٹھڑی سے باہر نکل کر اس گھوڑے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جس پر ملکہ نینوا چادر میں لپٹی پڑی تھیں۔ عنبر نے سوچا' اگر کماندار نے ملکہ کو پہچان لیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا اور وہ اسی وقت ان تینوں کو گرفتار کر لے گا۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کس طرح کماندار کو کہہ سکتا تھا کہ وہ اس کی خالہ کا چہرہ مت دیکھے۔۔۔ یورکا بھی پریشان ہو گیا۔

کماندار ملکہ کے گھوڑے کے پاس آیا اور چادر ہٹا کر غور سے عنبر کی بناوٹی بیمار خالہ کو تکنے لگا۔ یہ بڑی اذیت کی گھڑی تھی۔ یورکا اور عنبر کا دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پھڑک کر سینے سے باہر آ جائے گا۔

کمانداد کچھ دیر ملکہ عالیہ کے چہرے کو غور سے دیکھتا رہا۔ ملکہ عالیہ عنبر کی ہدایت کے مطابق آنکھیں بند کیے پڑی کراہ رہی تھیں۔

اچانک کماندار نے اپنا چہرہ ملکہ عالیہ کی طرف سے ہٹا کر عنبر کی طرف غور سے گھور کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایسی کیفیت تھی کہ صاف معلوم ہو رہا تھا اُس نے ملکہ عالیہ کو پہچان لیا ہے اور اب وہ چیخ مار کر سپاہیوں کو حکم دینے والا ہے کہ ان لوگوں کو ملکہ سمیت فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ عنبر کا خون خشک ہونے لگے۔ یورکا کا ہاتھ تلوار کے دستے پر چلا گیا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کماندار نے ملکہ کو پکڑ لیا تو وہ مقابلہ کرے گا۔ خواہ خود ہلاک ہو جائے۔ کماندار نے ذرا مسکرا کر کہا: ”دوست‘ کیا یہ تمہاری خالہ ہے؟“

کیا پہریداروں کے سردار کو پتہ چل گیا تھا کہ وہ ملکہ کو اغوا کر کے لے جا رہے ہیں؟

زر کسیز اور حمور بی بادشاہ نے مل کر نینوا اور بابل پر حملہ کیا تو فتح کس کو ہوئی؟

کیا یتیم شہزادہ اپنی والدہ سے مل سکا؟

یہ سب کچھ آپ اس ناول کے چوتھے حصے "شہزادے کا اغوا" میں پڑھیے۔